

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ يَبْتَغُونَ

رسالہ فضائل تجارت



عارف باللہ برکتہ العصر زبدۃ السلف حجتہ الخلف شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
قدس سرہ اللہ سرہ

PDFBOOKSFREE.PK

جس میں

فضائل تجارت، اسباب معاش، کسبِ حلال کی اہمیت اور
حرام سے پرہیز کی ضرورت اور اکابر کے واقعات درج ہیں۔
نیز توکل وغیرہ پر مفصل کلام کیا ہے۔

ناشر: مکتبۃ الشیخ ۳/۳۶ بہار آباد کراچی ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئین کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالب دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

فہرست فضائل تجارت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۴۹	شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکاشفہ	۴۹	تمہید
۴۹	اکابر دیوبند اور ان کا مثالی توکل	۴۹	حضرت تھانوی کا مضمون
۵۲	کمان کے ذریعے اور ان میں افضل کی بحث	۲۲	کمان کی فضیلت کا بیان
۵۳	جہاد دولت کلمہ کا ذریعہ نہیں	۲۲	توکل کا بیان
۵۳	دینی کاموں کیلئے تجارت سے افضل ہے	۲۲	آیات
۵۴	حضرت سہارنپوری کا تنخواہ لینے سے انکار	۲۳	احادیث
۵۵	حضرت نانوتوی کا علی گڑھ پڑھانے کیلئے جانا	۲۳	توکل کے چند واقعات
۵۶	حضرت نانوتوی کا ملازمت بھوپال سے انکار	۲۳	ایک نوجوان کا قصہ جس کو کسی نے دودھ
۵۷	تعلیم پر ہجرت کی ممانعت اور آخر کار احکامات	۳۳	دینے چاہئے تھے۔
۵۸	جہاد چھوٹک اور تعویذات پر ہجرت لینا	۳۳	ابراہیم خواص کا قصہ
۵۹	ہجرت کی تعلیم کا جواز	۳۳	مسلمان کی دعا بعض دفعہ مؤخر ہو جاتی ہے
۶۰	حضرت تھانوی کا قصہ	۳۵	اور کارفرم کی جلد قبول ہوتی ہے۔
۶۳	فصل تجارت کے فضائل	۳۵	شیخ بنان کا قصہ اور ایک عورت کا یہ جواب
۷۱	زراعت اور اس کے فضائل	۳۶	کہ تم تو جمال ہی نکلے۔
۷۴	تین شخصوں کے قصے	۳۶	ایک بزرگ کا متوکلا نہ طور پر سچ کو جانا
۷۶	حضرت نانوتوی کی غایت اعتیاد	۳۶	اور پھر راستہ میں پریشان ہونا۔
۷۶	حضرت سہارنپوری کا قصہ	۳۷	عبدالواحد بن زید کا قصہ
۷۷	شیخ الاسلام حضرت مدنی کا واقعہ	۳۹	ذوالنون مصری اور ایک متوکلا نوجوان
۷۷	تمام معاملات میں حمد و شریعت کی رعایت	۴۰	ابراہیم خواص اور ایک نصرانی
۷۸	ضروری ہے۔	۴۰	توکل سے متعلق تین اصول۔ اقل محبت
۸۳	فضائل معاملات کا مضمون	۴۲	پر مبنی ہونا۔
۸۴	مفتی محمد رفیع صاحب کا مضمون	۴۲	دوسرا اصول جب تک ملا کار درجہ حاصل نہ
۸۶	معاملات میں عالم ادب جاہل کا فرق ذرا	۴۳	ہو توکل اختیار نہ کرے۔
۸۶	سے تغیر سے بات بدل جاتی ہے۔	۴۳	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غزوہ
۸۹	اکل حلال کے بلے میں کتاب اکابر کا مضمون	۴۴	بتوک میں تمام مال پیش کر دینا۔
۹۳	ٹاپ تول میں کمی مضمون۔	۴۷	تیسرا اصول، یہ واقعات بمنزلہ دعا کے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حامدا و مصليا و مسلما اما بعد: بچا جان مجد و تبلیغ
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ کے تعمیل ارشاد میں اس ناپک
وناکارہ کے قلم سے فضائل اعمال کے سلسلہ میں چند رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ اور میری
ناپاکی کے باوجود ان کے ارشاد کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مفید
بھی ہوئے اور بہت کثرت سے شائع ہو رہے ہیں۔

اللہم ہدی الحمد کلمہ و لک الشکر کلمہ، اللہم لا احمی مثله

علیک انت کما ائتیت علی نفسک

انہوں نے اپنی حیات کے آخر میں دو رسالوں کے لکھنے کا بہت زور سے حکم فرمایا
تھا۔ ایک اتفاق فی سبیل اللہ، اور دوسرا فضائل تجارت، ان دونوں میں سے فضائل
اتفاق تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرصہ ہوا لکھا جا چکا۔ اور فضائل صدقات کے نام سے
شائع ہوا، لیکن تجارت کے بارے میں باوجود ان کے تاکید کی حکم کے اب تک نہ لکھا
جاسکا، وہ زمانہ ان کی شدتِ جلالت کا تھا جس کی وجہ سے مجھے نظام الدین دہلی بار
بار حاضر ہونا پڑتا تھا اور مدرسہ مظاہر علوم کے تعلیمی سال کے اختتام کی وجہ سے
اور بالخصوص بخاری شریف کے اختتام کی وجہ سے بار بار سہارنپور بھی آنا ہوتا تھا کہ
زمینہاں قیام کر سکتا تھا وہاں اس لئے ہر سہفتہ دو تین دن سہارنپور گزارتا، اور دو
تین دہلی جیسا کہ میں فضائل حج اور فضائل صدقات کے مقدمہ میں مختصر لکھ بھی چکا
ہوں۔ ان کے تاکید کی حکم کی وجہ سے تجارت کے فضائل میں ایک رسالہ ان کی حیات ہی

میں شروع بھی کر دیا تھا۔ اور ایک خاکہ بھی لکھ دیا تھا جس میں اپنے طرز کے موافق چند ابواب، چند فصول، اور خاتمہ میں چند قصص کا اجمال لکھ کر ان کی خدمت میں پیش بھی کر دیا تھا مگر وہ اپنی علالت کی وجہ سے اسے سن نہ سکے، میرا دل چاہتا تھا کہ وہ حیات میں سن لیں اور جو کوتاہی، یا کمی ہو اس پر تنبیہ کر دیں تاکہ میں اس کے مطابق تکمیل کر سکوں لیکن اپنی شدت علالت کی وجہ سے وہ خود تو نہ سن سکے۔ انہوں نے فرما دیا تھا کہ اس مسودہ کو میرے دوستوں کی جماعت کو دید کر وہ اپنے علمی مذاکرہ میں اس پر غور کر لیں اور جو کمی زیادتی اس میں ہو اس پر متنبہ کر دیں، میرا تو دل چاہتا تھا کہ وہ خود سن لیتے تو زیادہ اچھا تھا مگر ان کی شدید علالت اور میری مسلسل دہلی میں عدم حاضری کی وجہ سے میں اس رسالہ کو چھپا جان کو تو نہ سنا سکا۔ ان کی تعمیل حکم میں ان کی جماعت کے افراد کو دے آیا تھا۔ اور ایک آدھ پھیرے میں میں نے ان سے مطالبہ اور تقاضا بھی کیا مگر وہ بھی اپنے اپنے مشاغل اور چھاپان کی بیماری کی وجہ سے کہتے رہے کہ ابھی پورا نہیں ہو سکا اسی میں چھاپان کا انتقال ہو گیا نور اللہ تعالیٰ مرقدہ واعلیٰ اللہ تعالیٰ مراتبہ۔ اور یہ ناکارہ ابتداء اپنے مشاغل کی کثرت بالخصوص مظاہر علوم کے تعلیمی اور انتظامی امور اور اپنے تالیفی سلسلہ کے بالخصوص احادیث کی شرح وغیرہ میں جو کام کر رہا تھا اس میں اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا جس کا بہت افسوس ہے، اب مدینہ منورہ کے چند سالہ قیام میں مدسہ کی مشغولیت تو نہ رہی مگر اس کے بجائے امراض نے گھیر لیا اور پانچ چھ سال میں دروز افروز امراض کا شکار رہا مگر جب چھاپان کے تاکید کی حکم کا خیال آتا ہے تو اپنی عدم تعمیل پر بہت قلق ہوتا ہے، چند ماہ سے بہت ہی امراض نے گھیر رکھا ہے۔ کوئی علمی کام تو ہو نہیں سکا بار بار اس در سال کی یاد ستاتی رہی کہ آج، ارذیٰ الحمد للہ ۱۳۹۶ھ شب چہار شنبہ میں مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرادی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جنکی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جا چکی ہیں۔ اور شائع ہو چکی ہیں۔ ان سے کھٹا کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے وہ پورا کر دیں۔ مگر چھاپان کی توجہ سے خود ہی لکھوا دیا۔ اگرچہ اس وقت جو مضمون ذہن میں تھا وہ تو یاد رہا نہیں اور وہ مسودہ بھی

نہیں ملا اور چچا جان کے زمانہ کے علما بھی جاچکے، اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کو پورا کر لائے تاکہ چچا جان کے اعمالِ حسنہ میں یہ بھی داخل ہو جائے۔ میرا سابقہ مقدمہ تو باوجود تحقیقات کے نہ مل سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اب کہاں ہے اس لئے از سر نو اب بسم اللہ کرائی اور تبرکاتِ ابتداء میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب دہلوی نور اللہ تعالیٰ مقولہ کی بہشتی زیور کا ایک مضمون نقل کروا رہا ہوں جسکو حضرت نے بہشتی زیور ع کے ضمیمہ میں کسبِ حلال کے عنوان سے درج فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حلال مال طلب کرنے کا بیان،

① حدیث میں ہے کہ حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے بعد از فرض کے، مطلب یہ ہے کہ حلال مال کا حاصل کرنا فرض ہے بعد از فرضوں کے۔ یعنی ان فرضوں کے بعد جو ارکان اسلام ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ یعنی مال حلال کی طلب فرض تو ہے مگر اس فرض کا رتبہ دوسرے فرضوں سے کم ہے جو کہ ارکان اسلام ہیں، اور یہ فرض اس شخص کے ذمہ ہے جو مال کا ضروری خرچ کے لئے محتاج ہو خواہ اپنی ضرورت رفع کرنے کو یا اپنے اہل و عیال کی ضرورت رفع کرنے کو اور جس شخص کے پاس بقدر ضرورت موجود ہے مثلاً صاحب خانہ کا ہے یا اور کسی طرح سے اس کو مال مل گیا تو اس کے ذمہ یہ فرض نہیں رہتا اس لئے کہ مال کو حق تعالیٰ شانہ نے حاجتوں کے رفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ بندہ ضروری حاجتیں پوری کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کی عبادت میں مشغول ہو کیونکہ بغیر کھائے پئے عبادت نہیں ہو سکتی۔ پس مال مقصود لذاتہ نہیں بلکہ مطلوب لغیرہ ہے۔ سو جب ضرورت کے قابل میسر ہو گیا تو خواہ مخواہ حرص کیوجہ سے اس کو طلب کرنا اور بڑھانا نہیں چاہیئے۔ پس جس کے پاس قدر ضرورت موجود ہو اس پر بڑھانا فرض نہیں، بلکہ مال کی حرص خدا تعالیٰ سے غافل کرنے والی اور اس کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرنے والی ہے خوب سمجھ لو اور اس بات کا لحاظ رہے کہ مال حلال میسر آوے، حرام کی طرف مسلمان کی بالکل توجہ نہیں ہونی چاہیئے اسلئے کہ وہ مال بے برکت ہو تا ہے۔ اور ایسا شخص جو کہ حرام خور ہو، دین و دنیا میں ذلت اور خدا تعالیٰ کی پٹھکار میں مبتلا رہتا ہے اور بعض جاہلوں کا یہ خیال کہ آجکل حلال مال کمانا غیر ممکن ہے۔ اور حلال مال ملنے سے مایوسی ہے۔ مگر اس غلط اور شیطان کا دھوکہ

ہے۔ خوب یاد رکھو کہ شریعت پر عمل کرنے والے کی غیب سے مدد ہوتی ہے جس کی نیٹل کھانے اور حرام سے بچنے کی ہوتی ہے حق تعالیٰ اس کو ایسا ہی مال مرحمت فرماتے ہیں اور یہ امر مشاہدہ سے ثابت ہے اور قرآن و حدیث میں تو جا بجا یہ وعدہ آیا ہے۔ اس نازک زمانہ میں جن خدا کے بندوں نے حرام اور شبہ کے مال سے اپنے نفس کو روک لیا ہے ان کو حق تعالیٰ شانہ عمدہ حلال مال مرحمت فرماتے ہیں اور وہ لوگ حرام خوردوں سے زیادہ راحت و عزت سے رہتے ہیں جو شخص اپنے ساتھ اور دوسرے حضرات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ دیکھتا ہے۔ اور جا بجا قرآن و حدیث میں یہ مضمون پاتا ہے وہ ایسے جاہلوں کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں کر سکتا اور اگر کسی مقبر کتاب میں ایسی باتیں نظر سے گزریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے۔ پس جب وہ مضمون دیکھو تو کسی پکے دیندار عالم سے اس کا مطلب دریافت کرو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری تسلی ہو جائے گی اور ایسی بیہودہ باتوں کا دوسرے دل سے نکل جائیگا خوب سمجھ لو۔ لوگ مال کے باب میں بہت کم احتیاط کرتے ہیں۔ ناجائز نوکریاں کرتے ہیں دوسروں کی حق تلفی کرتے ہیں یہ سب حرام ہے، اور خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں جس قدر تقدیر میں لکھا ہے وہ ضرور مل کر رہیگا سمجھ بدیتی کرنا۔ اور دوزخ میں جانے کی تیاری کرنا۔ کونسی عقل کی بات ہے چونکہ لوگوں کو مال حلال کی طرف توجہ بہت کم ہے اس لئے بار بار تاکید سے یہ مضمون بیان کیا گیا۔ دنیا میں اصل مقصود انسان اور جن کی پیدائش سے یہ ہے کہ انسان اور جن حق تعالیٰ کی عبادت کریں لہذا اس بات کا ہر معاملہ میں خیال رکھو، اور کھانا پینا ایسا کھائے کہ قوت پیدا ہو جس سے خدا کا نام لے سکے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ شب و روز لذتوں میں مشغول رہے اور اللہ میاں کو بھول جاوے اور ان کی نافرمانی کرے۔ بعضے جاہلوں کا یہ خیال کہ دنیا میں فقط کھانے پینے اور لذتیں اڑانے کیلئے آئے ہیں سخت بد دینی کی بات ہے اللہ تعالیٰ جہالت کا ناس کرے کیسی بُری بلا ہے۔

⑦ حدیث میں ہے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کسی نے

نہیں کھایا کوئی کھانا کبھی بہتر اس کھانے سے جو اپنے دونوں ہاتھوں کے عمل سے ہو اور بیشک خدا کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھوں کے عمل سے کھاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی بہت عمدہ چیز ہے۔ مثلاً کوئی پیشہ کرنا یا تجارت کرنا وغیرہ، خواہ مخواہ کسی پر بوجھ ڈالنا نہ چاہیے۔ اور پیشے کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ جب اس قسم کے کام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں تو اور کون ایسا شخص ہے جس کی آبرودان حضرات سے بڑھ کر ہے بلکہ کسی کی ان حضرات کے برابر بھی نہیں۔ ان سے بڑھ کر تو کیا ہوتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں ہوتے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ خوب سمجھ لو، اور جہالت سے بچو، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کسی کے پاس مال حلال ہو مگر اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا نہ ہو بلکہ میراث میں ملا یا اور کسی حلال ذریعہ سے میسر آیا ہو تو خواہ اپنے کمائی کی فکر کرتے ہیں اور اس کو عبادت میں مشغول ہونے سے بہتر سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے۔ بلکہ ایسے شخص کے لئے عبادت میں مشغول ہونا بہتر ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اطمینان دیا اور رزق کی فکر سے فایز الہال کیا تو پھر بڑی ناشکری ہے کہ اس کا نام اچھی طرح نہ لیوے اور مال ہی کو بڑھائے جہاد بلکہ مال حلال تو جس طرح سے میسر آوے بشرطیکہ کوئی ذلت نہ اٹھائی پڑے وہ سب عمدہ ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس کی بڑی قدر کرنی چاہیے۔ اور انتظام سے خرچ کرنا چاہیے فضول نہ اڑانا چاہیے۔ اور حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ لوگ اپنا بار کسی پر نہ ڈالیں اور لوگوں سے بھیج نہ مانگیں جب تک کوئی خاص ایسی مجبوری نہ ہو جس کو شریعت نے مجبوری قرار دیا ہو۔ اور پیشہ کو حقیر نہ سمجھو اور حلال مال طلب کرے۔ کمائی کو عیب نہ سمجھیں سوا سو جس سے یہ مضمون مبالغہ کے طور پر بیان فرمایا گیا تاکہ لوگ اپنے ہاتھ سے کمائی کو برا نہ سمجھیں اور کمائیں اور کھلائیں اور خیرات کریں۔ حدیث کی یہ غرض نہیں ہے کہ سوائے اپنے ہاتھ کی کمائی کے اور کسی طرح سے جو حلال مال ملا ہو وہ حلال نہیں ہاتھ کی کمائی کے برابر نہیں بلکہ بعض مال اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر ہوتا ہے اور بعض ناواقف سچے خاصان خدا پر تو متوکل ہیں طعن کرتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث

پیش کرتے ہیں جو مذکور ہوئی کہ ان کو اپنے ہاتھ سے کمانا چاہیے۔ محض توکل پر بیٹھنا اور نذرانوں سے گذر کر نا اچھا نہیں۔ یہ ان کی سخت نادانی ہے اور یہ اعتراض جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے ڈرنا چاہیے، سخت اندیشہ ہے کہ ان بزرگوں کی بے ادبی اور ان پر لعن طعن سے دارین میں بلا نازل ہوا اور طعن کرنے والوں کو ہلاک کر دے بلکہ اولیاء اللہ کی بے ادبی سے ایمان جلتے رہنے اور بُرا خاتمہ ہونے کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن سے پہلے ناپید کر دے جس دن بزرگوں پر اعتراض کرے کہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن اور حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے بشرطیکہ انصاف سے اور طلب حق کے لئے تامل کیا جاوے کہ جس شخص میں توکل کی شرطیں پائی جاویں تو اس کے لئے توکل کرنا کمانے سے بدرجہا افضل ہے اور یہ اعلیٰ مقام ہے مقامات ولایت سے، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود متوکل تھے اور جو آدمی متوکل ہو جاتا ہے وہ ہاتھ کی کمانی سے بہت بہتر ہے اور اس میں خاص برکت اور خاص نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یہ رتبہ مرحمت فرمایا ہے۔ اور بصیرت اور فہم اور نور عطا فرمایا ہے وہ کھلی آنکھوں اس کی برکت دیکھتا ہے اور اس کا تفصیلی بیان کسی خاص موقع پر کیا جاوے گا چونکہ یہ مختصر رسالہ ہے۔ اس لئے طوالت کی گنجائش نہیں، اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ قول سراسر غلط ہے جیسا کہ بیان ہوا اور بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ ایک تو خود نیک کام سے محروم رہا اور دوسرا کہے تو اس پر لعن طعن کر دیا جلا حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے جبکہ اس کے دوستوں کے درپے ہوتے ہو، اور علاوہ فائدہ مذکورہ کے توکل اختیار کرنے میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔ اور وہ متوکلین جو مخلوق کی تعلیم کرتے ہیں ان کی خدمت کرنا تو بقدر ان کے ضروری خرچ پورا ہونے کے فرض ہے۔ سوا پنا حق نذرانہ سے لینا کیوں بُرا سمجھا گیا جبکہ غیر متوکلین بھی اپنے حقوق مار دھاڑے لڑائی لڑ کر وصول کرتے ہیں حالانکہ متوکلین تو بہت تہذیب اور لوگوں کی بڑی آرزو کرنے سے اپنا حق قبول کرتے ہیں۔ اور نذرانہ قبول کرنے میں جبکہ ذلت نہ ہو۔ اور استغنا اور بے پروائی سے لیا جاوے خصوصاً جبکہ اس کے واپس

کرنے میں دینے والے کی سخت دل شکنی ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں بھلائی ہے یا بُرائی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات جو بچے متوکل ہیں ان کو بڑی عزت سے روزی مکتس ہوتی ہے مگر ان کی نیت اور توجہ محض خدا کے بھروسہ پر ہوتی ہے مخلوق کی طرف نگاہ نہیں ہوتی اور جو طبع رکھے مخلوق سے اور نگاہ کرے ان کے مال پر وہ دعا بانہ ہے وہ ہمارے اس کلام سے خارج ہے۔ ہم نے تو بچے توکل والے کی حالت بیان کی ہے۔ کسی کو حقیر سمجھنا خصوصاً خاصانِ خدا کو بڑا سخت گناہ ہے۔ اور ان حضرات کا اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ نفع ہے کہ بُرا کہنے والوں کی نیکیاں قیامت کے روز ان کو ملیں گی۔ بتا ہی تو ان کی ہے جو بُرا کہتے ہیں کہ دین و دنیا تباہ ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ توکل کی اجازت ہر شخص کو شریعت نے نہیں دی ہے اس کی ہمت کرنا اور اس کی شرطوں کو پورا کرنا بہت دشوار ہے۔ اسی وجہ سے ایسے حضرات بہت کم پائے جاتے ہیں گویا کہ معدوم ہیں۔ اور بہت اچھی چیز ہمیشہ کم ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بیکہ شکر ہے کہ یہ مقام محض معمولی توجہ سے بہت عمدہ تحریر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو عمل کی توفیق دے آمین۔

(۱۳) حدیث میں ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ طیب ہے۔ یعنی کمالات کے ساتھ موصوف اور تمام عیبوں سے پاک ہے۔ نہیں قبول کرتا ہے مگر طیب کو، یعنی اللہ تعالیٰ طیب مال، یعنی حلال مال قبول فرماتا ہے، حرام مال وہاں مقبول نہیں۔ بلکہ بعض علمائے فرمایا جو کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے حکم کیا مؤمنوں کو اس چیز کا جس کا کہ حکم فرمایا مرسلین یعنی رسولوں کو۔ پس فرمایا اے رسولو! کھاؤ پاک چیزیں یعنی حلال، اور عمل کرو اچھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں پھر ذکر فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کا جو لمبا سفر کر تلے۔ حج کرنے، علم طلب کرنے وغیرہ کو اس حال میں کہ پر آگندہ حال اور گرد آلودہ ہو تلے۔ سفر کی مشقت سے اور ہاتھ، بڑھاتا ہے۔ آسمان کی طرف اور کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار یعنی اللہ پاک سے بار بار سوال کرتا ہے کہ رحم فرما کہ مقصود عطا کر دے، حالانکہ اس کا

کھانا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے۔ اور اس کا لباس حرام ہے یعنی خورد و نوش، اور لباس مال حرام سے حاصل کرتا ہے اور پالا گیا مال حرام سے، یعنی مال حرام سے گزر کر بنا ہوا اسی سے پرورش پاتا ہے۔ ہاں جس کو والدین نے نابالغی کی حالت میں مال حرام سے پرورش کیا ہو اور بالغ ہو کر اس نے حلال مال حاصل کیا اور اس کو اپنی خورد و نوش اور لباس میں صرف کیا تو وہ شخص اس حکم سے خارج ہے، نابالغ ہونے کی حالت کا گناہ فقط والدین پر ہے پس کیونکر قبول کی جاوے گی۔ وہ دعا اس کے لئے، یعنی باوجود اتنی مشقتوں کے مال حرام کے استعمال کیوجہ سے ہرگز دعا مقبول نہ ہوگی اور اگر کبھی مقصود حاصل بھی ہو گیا تو وہ دعا کے سبب نہیں بلکہ اس کا حاصل ہونا تقدیر الہی کیوجہ سے ہے جیسے کہ کافروں کے مقصود پورے ہو جاتے ہیں اور دعا کے مقبول ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ بندہ پر نظر رحمت فرمائیں اور اس رحمت کیوجہ سے اس کو اس کا مطلوب عطا فرمائیں اور اس طلب پر ثواب عنایت ہو سو یہ بات اسی کو یقین سے ہوتی ہے جو شریعت کا پابند ہے اور اللہ پاک سے مقصود طلب کرے یہاں سے معلوم ہو کہ حلال کھانے میں بڑی برکت ہے اور واقعی اس کی خاص تاثیر ہے۔ اور ایسا مال کھانے سے نیکی کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اعضا عقل کی تابعداری کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا مولانا ابو حامد محمد غزالی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ایک بہت بڑے درویش سے یعنی حضرت سہیل سے نقل فرماتے ہیں کہ جو حرام کھاتا ہے۔ اعضا اس کی عقل کی اطاعت چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی عقل نیکی کا حکم کرتی ہے اور وہ اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ مگر یہ بات ان ہی حضرات کو معلوم ہوتی ہے جن کے دل کی آنکھیں روشن ہیں۔ ورنہ جن کا دل سیاہ ہے وہ تو شب و روز اس میں مشغول رہتے ہیں اور خوب لذت اڑاتے ہیں اور ان کو کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ قلب کے حسن اور دل کی بینائی اور بصیرت کو قائم رکھے آمین۔

④ حضرت سیدنا محمد اشرفین مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑے عالم اور زاہد اور حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک درہم مشتبہ مال کا ٹوٹا دینا جو مجھے ملے خواہ ہدیہ کے ذریعہ سے یا اور کسی طرح، زیادہ محبوب ہے چھ لاکھ درہم خیرات کرنے سے یہاں

سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ مشتبہ مال کی کیا قدر ہے۔ افسوس کہ لوگ صریح حرام بھی نہیں سمجھتے روپیے، کسی طرح ملے، اور حضرات بزرگان دین مشتبہ مال کو اس قدر برا سمجھتے تھے حرام مال سے بچنا سب کے ذمہ ضرور ہے۔ اس سے بہت بڑی احتیاط لازم ہے مگر مال کھانے سے بچ کر خرابیاں نفس میں پیدا ہوتی ہیں یہ انسان کا ہلاک کرنے والا ہے۔

⑤ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلال ظاہر ہے، اور حرام ظاہر ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں یعنی ان کے حلال اور حرام ہونے میں شبہ ہے، بعضے اعتبار سے ان کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعضے اعتبار سے ان کا حرام ہونا معلوم ہوتا ہے جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے اور کم ہیں ایسے لوگ جو ان کو جانتے ہیں اور وہ بڑے بڑے عالم متقی ہیں جو اپنے علم پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں۔ پس جس شخص نے پرہیز کیا ہے، شبہ کی چیزوں سے بچا لیا ہے۔ اس نے اپنے دین کو، یعنی عذابِ دوزخ سے پناہ ملگئی، اور اپنی آبرو، یعنی طعنہ دینے والوں سے اپنی آبرو بچالی، اس نے کہ خلاف شرع شخصوں کو لوگ طعن دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دین و دنیا کی بے عزتی سے بچنا ہر ذی عقل پر ضرور ہے۔ اور جو شخص واقع ہو، شبہ کی چیزوں میں وہ واقع ہو گا حرام، میں یعنی جو شخص شبہ کی باتوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ رفتہ رفتہ صریح حرام باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جہاں نفس کو ذرا گنجائش دی گئی وہ رفتہ رفتہ اس قدر زرخرابی پر پا کر تباہ کھرا کی پناہ ہلاک ہی کر دیتا ہے، سو جو شخص مال کے بارے میں احتیاط نہ کرے جو بڑے قبول کر لے، کسی شبہ کی پرواہ ہی نہ کرے وہ عنقریب حرام کھانے لگے گا۔ نفس کو ہمیشہ شریعت کا قیدی بنا کر رکھنا چاہیئے، کبھی آزادی نہ دے۔ اور گویا شبہ کا مال کھانا جس کا یہ حال معلوم نہ ہو کہ اس میں کتنا حلال ملا ہے اور کتنا حرام، جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ اور رفتہ رفتہ شبہ سے صریح حرام میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ لہذا چاہیئے کہ شبہ کی باتوں سے بھی بچے کہ اصل مقصود اور ہمت کی بات یہی ہے خوب سمجھ لو، مثل اس چرواہے کے جو چراتا ہے گرد اس چرگاہ کے جس کو بادشاہ نے اپنے جانور چرنے کے لئے خاص کر لیا ہے، قریب ہے یہ کہ چرا دے اس چرگاہ میں، یعنی جو ایسی چرگاہ کے گرد چراتا ہے وہ

مفتقر بہ خاص چراگاہ میں چرانے لگے گا، یا تو اس طرح کے جانوروں کا اس طریق پر چرنا کہ اس حصے تکے دیر نہیں دشوار ہے یا اس طرح کہ خود چرواہے ہی کو مفتقر بہ ایسی طبعی ہو جائے گی کہ وہ اس قدر احتیاط نہ کرے گا۔ اس طرح نفس کو احتیاط نہیں ہوتی اور کسی کو اتہدایہ سے جہاں مشبہ کے درجہ پر پہنچا حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھار دونوں کے بعد یہ حالت ہوتی ہے، اور یاد رکھنا چاہیے کہ خود دروگھاس کی چراگاہ کو صرف اپنے لئے خاص کر لینا اور اس میں دوسروں کو اس میں چرانے سے روکنا زمینداروں کو جائز نہیں اور یہاں تو فقہ مثال بیان کرنا مقصود ہے۔ آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی چراگاہ جس کی حفاظت کی گئی ہے اس کے محارم ہیں، یعنی جو چیزوں کو اس نے حرام فرمادیا ہے۔ توجہ شخص ان حرام چیزوں میں واقع ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کی خیانت کرتا ہو اور ظاہر ہے کہ بادشاہ کی خیانت کرنا بغاوت ہے اور حق تعالیٰ شانہ جو کہ اعلیٰ درجہ کے بلا فشا ہیں لہذا ان کی خیانت اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے جس کی سزا بھی بہت بڑی ہے آگاہ رہو کہ انسان کے بدن میں ایک بوٹی ہے جبکہ وہ درست ہوگی اور اس میں باطنی یا ظاہری خرابی نہ پیدا ہوگی، کل بدن درست ہوگا اور جبکہ وہ فاسد اور خراب ہوگی تو خراب ہوگا تمام بدن آگاہ رہو کہ وہ بوٹی دل ہے یعنی دل سلطان البدن ہے۔ قلب کی درستی سے تمام اعضاء کی درستی رہتی ہے، اور قلب کی درستی موقوف ہے اطاعت الہی پر، گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ ٹمکیوں کا وجود موقوف ہے قلب کی درستی اور صفائی پر اور قلب کی صفائی میں اکل حلال کو خاص دخل ہے۔ پس اس سے ترغیب ہوئی اہتمام اکل حلال پر

(۶) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہلاک کرے اللہ تعالیٰ یہود کو، حرام کی گئیں ان پر چربیوں دہنی گائے اور بکری کی چربی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، پس انہوں نے اس چربی کو گھلایا پھر انہوں نے اس کو فروخت کیا یعنی حیلہ یہ کیا کہ خود چربی نہیں کھائی بلکہ اس کے دام کھائے اور اس کو یہ سمجھے کہ یہ چربی کھانا نہیں جو حالانکہ اس حکم کا حاصل یہ تھا کہ چربی سے بالکل مستفیع مت ہو، اس میں بھیکہ درم کھانا بھی داخل تھا، آج کل بعض سود خوروں نے اسی قسم کے حیلہ پیدا کر لئے ہیں تاکہ ظاہر میں سود

کھاویں لیکن حق تعالیٰ عالم الغیب ہے نیت کو خوب جانتا ہے ہرگز ہرگز ایسے حیلے نکالنا روا نہیں۔

⑥ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے نہیں، ہے یہ بات کہ کھاتے بندہ مال حرام کو پس صدقہ دے اس میں سے سو اس سے قبول کیا جائے اور نہ یہ کہ خرچ کرے اس میں سے پس برکت دی جائے اس کے لئے اس مال میں اور نہ یہ کہ چھوڑے اپنے پیچھے مگر ہو وہ چھوڑنا تو شہ اس کے لئے پہنچانے والا ورنہ کی طرف یعنی مال حرام کما کر اگر صدقہ کرے مقبول نہ ہو گا اور خاک ثواب نہ ملے گا بلکہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حرام مال خیرات کر کے ثواب کی امید رکھنا کفر ہے، اور فقیر جسکو مل جل دیا گیا ہے اس نیت سے کہ دینے والے کو ثواب ہو اگر جانتا ہے کہ یہ مال اس طرح کا مجھے دیا گیا ہے اور وہ باوجود جاننے کے خیرات دینے والے کو دے تو وہ بھی ان علماء کے قول پر کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا مال کسی اور خرچ میں لگایا جائے تو بھی کچھ برکت نہ ہوگی، اور اگر اپنے بعد ایسا مال چھوڑے گا تو اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا۔ کھاویں گے وارث اور عذاب میں یہ مبتلا ہوگا، غرض مال حرام میں بجز ضرر کے کوئی نفع نہیں بیشک اللہ تعالیٰ نہیں دور کرتا ہے بُرائی کو بُرائی کے ذریعے پس چونکہ حرام مال خیرات کرنا منع ہے اور گناہ ہے سو اس گناہ کے ذریعے سے اور گناہ نہیں معاف ہو سکتے۔ لیکن دور کرتا ہے بُرائی کو بھلائی سے، پس حلال مال صدقہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے جبکہ باقاعدہ اور شریعت کے موافق خیرات کرے، تحقیق خبیث یعنی مال حرام نہیں دور کرتا ہے خبیث کو یعنی گناہ کو۔

⑧ حدیث میں ہے جنت میں وہ گوشت نہ داخل ہو گا جو پلا ہے اور بڑھلے مال حرام سے اور ہر ایسا گوشت جو پلا بڑھلے مال حرام سے جہنم ہی اس کے لائق ہے۔ یعنی، حرام خورجنت میں بغیر سزا بھگتے داخل نہ ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کفار کی طرح کبھی طفل جنت نہ ہوگا۔ بلکہ اگر وہ اسلام پر مرا اور حرام خور تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اور اگر حرام کھانے سے توبہ کرے مرنے سے پہلے اور

جس کا حق اس کے ذمہ ہو وہ ادا کر دے تو البتہ حق تعالیٰ اس کا یہ گناہ معاف فرمائیں گے۔ اور اس حدیث میں جو عذاب مذکور ہے اس سے محفوظ رہے گا۔

⑨ حدیث میں ہے کہ بندہ نہیں ہوتا ہے پورے پورے سبب گاروں میں سے یہاں تک چھوڑ دے اس چیز کو جس میں کچھ ڈر نہیں بسبب اس چیز کے جس میں اندیشہ ہے یعنی کوئی چیز بالکل حلال ہے اور کوئی کام مباح اور جائز ہے مگر اس میں متوجہ ہونے سے اور ایسے مال کے کھانے سے کسی گناہ ہو جائے گا ڈر اور احتمال ہے تو اس حلال مال کو بھی نہ کھاؤ اور ایسے جائز کام کو بھی نہ کرے اس لئے کہ اگرچہ یہ کام کرنا اور یہ مال کھانا گناہ نہیں مگر اس کے ذریعہ سے گناہ ہو جانے کا ڈر ہے اور بُرے کام کا ذریعہ بھی بُرا ہوتا ہے مثلاً عمدہ عمدہ کھانے اور لباس میں مشغول ہونا جائز اور حلال ہے مگر چونکہ حد سے زیادہ لذتوں میں مشغول ہونے سے گناہوں کے صادر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے کمال تقویٰ اور اعلیٰ کمال کی پرہیزگاری یہ ہے کہ ایسے کاموں سے بھی بچے۔ یا شبہ کا مال کھانا مکروہ ہے۔ مگر اس میں ہمت کھانے کی کرنے سے اندیشہ ہے کہ عنقریب نفس ایسا بے قابو ہو جائے گا کہ حرام کھانے لگے تو ایسے مال سے بھی بچنا چاہیئے۔

⑩ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کو خراج دیتا تھا (یہاں خراج سے وہ محصول مراد ہے جو غلام پر مقرر کیا جاتا ہے اس کی ساری کمائی میں سے کچھ کمائی مالک لیتا ہے) پس حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ محصول اس غلام کا کھانے سے سوا لایا وہ ایک دن کچھ کھانے کی چیز اور حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کچھ کھالیا تو غلام نے کہا تمہیں معلوم ہے کیا تھی چیز جسے تم نے کھالیا (اور کہاں سے آئی) پس فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے کوئی چیز تھی وہ جسے میں نے کھالیا۔ اس نے کہا میں نے جاہلیت کے زمانے میں یعنی اسلام سے پہلے ایک آدمی کو کاہنوں کے قاعدہ سے کوئی خیر دی تھی اور میں اس کام کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا۔ (یعنی کاہن لوگ جس طرح کچھ باتیں بتلاتے ہیں اور وہ کبھی جھوٹ اور غلط اور کبھی سچ اور صحیح ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا سچ ماننا منع ہے اور جو اس فن کے انہوں نے قاعدے

مقرر کئے ہیں۔ میں ان سے اچھی طرح واقف نہ تھا۔ مگر بیشک میں نے اس آدمی کو دھوکہ دیا۔ پھر وہ مجھے ملا سواں نے مجھے وہ چیز جو اپنے کھانی دی بند لیہ اس کے، یعنی جو بات میں نے اس کو بتلا دی تھی اس کے عوض، تو وہ یہ چیز ہے جس میں سے آپ نے کھایا۔ پس داخل فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ہاتھ حلق میں پھرتے فرمایا، یعنی نکال دیا تمام اس چیز کو جو ان کے پیٹ میں تھا، یعنی احتیاط اور کمان تقویٰ کی وجہ سے کھانا پیٹ کے اندر نہ نکال دیا کیونکہ خاص اس کھانے کا نکالنا تو غیر ممکن تھا سو تمام پیٹ خالی کر دیا، حالانکہ اگر آپ نے نہ فرماتے جب بھی گناہ نہ ہوتا۔

(۱۱) حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی کپڑا اس درہم کو خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا ستھانہ قبول فرمائے گا حق تعالیٰ اس کی نماز جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا۔ یعنی گو فرض ادا ہو جائے گا۔ مگر نماز کا پورا ثواب نہ ملے گا، اور اسی طرح اور اعمال کو بھی قیاس کر لو خدا سے ڈرنا چاہیے کہ اول تو لوگوں سے عبادت ہی کیا ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے وہ اس طرح صنائع ہو پھر کیا جواب دیا جائے گا۔ قیامت کے روز اور کیسے عذاب دردناک کی برداشت ہوگی۔

(۱۲) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بے شک میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا ہوں جو تمہیں جنت سے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے۔ مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس کا حکم کر دیا ہے، یعنی جنت میں داخل کرنے والے اور دوزخ سے ہٹانے والے سب اعمال میں نے تم کو بتلا دیے ہیں۔ اور میں ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو تمہیں جنت سے دور کر دے اور دوزخ سے تم کو قریب کر دے مگر یہ بات ہے کہ میں نے تم کو اس سے منع کر دیا ہے، یعنی دوزخ میں داخل کرنے والے اور جنت سے ہٹا دینے والے کاموں سے تم کو روک چکا ہوں کہ ایسے کام مت کرو، اور بے شک روح الامین یعنی جبرئیلؑ نے میرے دل میں ڈال دیا ہے کہ بیشک کوئی نفس ہرگز ذمہ گنا یہاں تک کہ پورا ایلاہ اپنا رزق، یعنی تقدیر میں جو رزق ہر مخلوق کی لکھا جا چکا ہے۔ بغیر اس قدر بلجانے کے پہلے کوئی نہیں مر سکتا، اگرچہ وہ رزق دیر میں ملے، یعنی ملنا ضرور

ہے جس وقت پر لکھ دیا ہے اسی وقت پہنچے گا۔ نیت خراب کرنے اور حرام کمانے سے جلدی نہیں مل سکتا، خدا سے ڈر یعنی اس پر بھروسہ کرو اور اس کے وعدے کا یقین کر لو پس حرام کمانے سے بچو اور اختصار اختیار کر و طلب رزق میں یعنی بچو دنیا کے کمانے میں مشغول نہ ہو، حرص نہ کرو، شرع کے خلاف کمائی سے بچو، اور ہرگز نہ آمادہ کرے تم کو دیر لگنا رزق ملنے میں اس بات پر کہ تم طلب کرنے لگو اس کو خدا تعالیٰ کی معصیت سے یعنی اگر روزی ملنے میں دیر ہو تو گناہ اور حرام ذریعوں سے رزق حاصل نہ کرو، اس لئے کہ وقت سے پہلے ہرگز نہ ملے گا خواہ مخواہ گناہ بے لذت میں مبتلا ہو گے۔ اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ نہیں حاصل کی جاتی وہ چیز جو اس کے پاس ہے رزق، اور اس کے سوا جو چیز ہے۔ اس کی معصیت کے ذریعے سے، رواہ ابن ابی الدنیا فی القناعة، والبیہقی فی المدخل، وقال انه منقطع۔ ونص الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان لا اعلم شیئاً یقربکم من الجنة ویبعدکم من النار الا امرتکم بہ، ولا اعلم شیئاً یبعدکم من الجنة ویقربکم من النار الا نہیتکم عنہ، وان الروح الامین لفتش فی رقبی ان نفسا لن تموت حتی تستوفی رزقها وان ابطاء عنها فافتوا اللہ واجملوا فی الطلب ولا یحملکم استبطاء شیء من الرزق ان تطلبوا بمعصیة اللہ تعالیٰ۔ ولا ینال ما عنده من الرزق وغیرہ بمعصیة (۱۳) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس جھٹوں میں سے نو جھٹے رزق تجارت میں ہے۔ یعنی تجارت بہت بڑی آمدنی کا ذریعہ ہے۔ اس کو اختیار کرو۔

(۱۴) حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے اس مؤمن کو جو محنتی ہو اور شہید ہو، نہیں پرواہ کرتا ہے کہ کیا پہنتا ہے یعنی محنت و مشقت میں معمولی میلے کپڑے پہنتا ہے۔ اتنی فرصت نہیں اور ایسا موقع نہیں جو کپڑے زیادہ صاف رکھ سکے، لیکن جو شخص مجبور نہ ہو اس کو سادگی کے ساتھ صاف رہنا چاہیئے۔

(۱۵) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری طرف وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں، اور میں تجارت کرتے والوں میں سے ہوں، اور لیکن یہ وحی کی گئی ہے مجھ کو کہ اللہ کی تسبیح (پاکی بیان کرنا یعنی سبحان اللہ کہنا) کرو اس کی حمد کے ساتھ یعنی اس کی تعریف بیان کرو، یعنی سبحان اللہ و بھدم پڑھو اور ہو جاؤ سجدہ کرنے والوں میں سے یعنی نماز پڑھیں گے کرو اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کر دیہاں تک کہ تمکو موت آجائے، یعنی حاجت سے زیادہ دنیا میں مشغول نہ ہو، کیونکہ بقدر ضرورت معاش کا بند و بست کرنا سب پر واجب ہے۔ ہاں جس میں توکل کی قوت ہو اور سب شرطیں اس میں توکل کی جمع ہوں ایسا شخص البتہ سب کام چھوڑ کر محض عبادت علمیہ و عملیہ میں مشغول ہو جائے۔

(۱۶) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں فرمایا جناب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رحم کرے اللہ تعالیٰ آدمی نرمی کرنے والے پر جس وقت کوئی چیز فروخت کرے اور جس وقت کچھ خریدے اور جس وقت قرض طلب کرے سبحان اللہ خرید و فروخت اور قرض طلب کرنے کی حالت میں نرمی اور رعایت کرنے کا کس قدر بڑا درجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص کے حق میں خاص طور پر دعا فرماتے ہیں اور آپ کی دعائیں مقبول ہے، اگر اس نرمی کے برتاؤ کی فقط یہی فضیلت ہوتی اور اس کے سوا کچھ ثواب نہ ملتا تو یہی بہت بڑی نعمت تھی حالانکہ اس رعایت اور نرمی کا ثواب بھی ملے گا۔ لہذا تاجروں کو مناسب ہے کہ اس صحیح حدیث پر عمل کر کے جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محل کرم ہوں، نیز دنیا کا اس برتاؤ میں یہ نفع ہے کہ ایسے شخص کے معاملے لوگ خوش ہوتے ہیں اور تجارت خوب چلتی ہے، لوگوں کا رجوع ایسے معاملہ کرنے والے کی طرف بہت ہوتا ہے اور بعض اوقات خوش ہو کر دُعا بھی دیتے ہیں، واقعی بات ہے کہ شریعت پر عمل کرنے والا دین و دنیا میں گویا بادشاہ ہو کر رہتا ہے اور بڑی

راحت سے گذرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے جس کو دارین کی برکتیں حاصل ہوں۔ اور خدا کے نزدیک اور اکثر لوگوں کے نزدیک بھی محبوب اور عزیز ہے۔
 ورواہ البخاری بلفظ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم رحم اللہ رجلاً سمحاً اذا باع و اذا اشتري و اذا اقتضى۔

①۶ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بچو تم زیادہ قسم کھانے سے بچنے میں، یعنی اس خیال سے کہ ہمارا مال خوب بکے بہت قسمیں نہ کھاؤ۔ کیونکہ زیادہ قسم کھانے میں کوئی نہ کوئی قسم ضرور جھوٹ نکلے گی اور پھر اس سے بے برکتی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے، ہاں کبھی اگر ایسا کرو تو مضائقہ نہیں اس لئے کہ تحقیق وہ کثرت سے قسم کھانا رواج دینا ہے۔ مال کو اور لوگوں کو قسم کی وجہ سے مال کے متعلق جو امور ہوتے ہیں ان کا اعتبار آجاتا ہے پھر بے برکت کر دیتا ہے جس سے دین و دنیا کی منفعت سے محرومی ہوتی ہے۔

①۸ حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تجارت کرنے والا سچا گفتگو میں اور برتاؤ میں بڑا امانت دار، قیامت میں انبیاء اور صدیقین، یعنی جو بڑے بڑے خدا کے ولی ہیں اور جنہوں نے ہر قول اور ہر فعل میں، اعلیٰ درجہ کی سچائی اختیار کی ہے اور اللہ میاں کی نہایت اعلیٰ درجہ کی اطاعت کی ہے اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا، یعنی ایسے تاجر کو جسکی یہ صفیتیں ہوں جو بیان کی گئیں قیامت کے روز حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی۔ اور ساتھ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ ان حضرات کے برابر رتبہ ملجائے گا بلکہ ایک خاص قسم کی بزرگی مراد ہے جو بڑوں کے ساتھ رہنے سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی بزرگ کی دنیا میں دعوت کرے اور ان کے ہمراہ ان کے خادموں کی بھی ضیافت کرے تو ظاہر ہے کہ ان بزرگ کے کھانا کھانے کی جگہ اور ان خدا کے کھانا کھانے کی جگہ نیز کھانا ایک ہی

ہو گا۔ لیکن جو درجہ ان لوگوں کے نزدیک ان بزرگ کا ہو گا۔ وہ خاموشی کا نہیں مگر ہماری کاشرف و عزت، نیز کھانے اور مکان میں شرکت کا میسر آنا ایک بہت بڑا کمال ہے۔ جو خادموں کو حاصل ہوا ہے۔ خصوصاً جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ہمراہی بہت بڑی دولت ہے اگر فرض کرو کہ کھانا بھی میسر نہ ہو، ہمراہی سے کچھ عزت بھی میسر نہ ہو۔ فقط ہمراہی ہی میسر ہو تو آپ سے محبت کرنے والے مسلمان کے لئے فقط آپ کا دیدار اور آپ کی ہمراہی ہی بڑی دولت ہے، بلکہ دیدار تو بڑی چیز ہے آپ کا پڑوس ہی بڑی نعمت ہے۔ لہذا مسلمانوں کو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا و متبرک کا مستحق ہونا ضرور مناسب ہے۔

(۱۹) حدیث میں ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے لے کر وہ تاجروں کے بیشک بیع ایسی چیز ہے جس میں اکثر لغو باتیں ہو جاتی ہیں۔ اور قسم کھائی جاتی ہے پس ملاو اس میں صدقہ، یعنی لغو باتیں اور قسمیں کھانا بڑی بات ہے لہذا صدقہ کرنا چاہیے تاکہ ان لغویات وغیرہ کا جو کہ بلا قصد صادر ہو گئی ہیں کفار ہو جائے اور قلب میں جو کدورت پیدا ہو گئی ہے وہ جاتی رہے اور لغو سے مراد بیکار کلام ہے (۲۰) حدیث میں ہے کہ تجارت کرنے والے قیامت کے روز فاجر اور گنہگار اٹھائے جاویں گے۔ مگر جو شخص ڈرا اور سچ بولا۔ (اور خرید و فروخت میں کوئی گناہ نہ کیا تو اس و بال سے بچ جاوے گا)۔

یہاں تک بہشتی زیور کا مضمون ختم ہوا

فصل کمانی کی فضیلت کے بیان میں

اس میں سب سے پہلے تو قرآن پاک کی آیات ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کے باب آداب الکسب والمعاشر میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس سے مختصر کر کے یہاں لکھے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا
اور بنایا دن کمانی کرنے کو۔

(فوائد القرآن)

(پہ سوۃ نبی)

اس آیت شریفہ کو اللہ جل شانہ نے احسان جتانے کے لئے بیان فرمایا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ
اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر
فِيهَا مَعَاشٍ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔
کردیں اس میں تمہارے لئے روزیاں
تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

(پہ سوۃ اعراف)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَاتَّخِذُوا فِي الْكُفْرِ يَتَعَبُونَ
اور کتنے اور لوگ پھر سے گئے ملک میں ڈھونڈنے
مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔ (پہ سوۃ مزمل)
اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔ (فوائد القرآن)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

فَاَنْتَشِرْ زَانِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ
پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل
فَضْلِ اللَّهِ۔ (پہ سوۃ جمعہ)
اللہ تعالیٰ کا۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے۔

عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه
عن النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم
قال طلب الحلال واجب على كل مسلم
رواه الطبراني في الاوسط واسفاده
حسن انشاء الله تعالى

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال مال کا طلب
کرنا دوسرے فرائض کی ادائیگی کے بعد
فرض ہے۔
عن عبد الله بن مسعود رضى
الله تعالى عنه ان النبي صلى الله تعالى
عليه وآله وسلم قال طلب الحلال
فريضة بعد الفريضة۔
رواه الطبراني والبيهقي

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس آدمی
نے بھی حلال مال کما کر خود اپنے کھانے اور
پہننے میں خرچ کیا یا اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ
کی مخلوق میں سے کسی دوسرے کو کھلایا یا
پہنایا تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہوگا۔
عن ابی سعید الخدری رضى
الله تعالى عنه عن رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم ايمان اجل الكتب
مالا من حلال فاطعم نفسه او كسها
فمن دونه من خلق الله تعالى كان له
به زكوة۔ (رواه ابن حبان في صحيحه من
طريق دجاج عن ابى العيثم)

حضرت ركب مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اس کے لئے جسکی
کمانی پاک ہو۔
وعن نصيب الغنسي عن ركب
المصري رضى الله تعالى عنها قال قال
رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم
طوبى لمن طاب كسبه (لحدیث)
رواه الطبراني في حديث طويل

ترغیب و ترہیب کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص، رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے سعد! اپنا کھانا پاک و حلال بنا لو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے، اور قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی جان ہے بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اس سے چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال ما اکل احد طعاما قط خيرا من ان ياكل من عمل يده وان نبى الله داود عليه السلام كان ياكل من عمل يده۔

حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا کسی نے نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے

(رواہ البخاری وغیرہ)

واہن حاجة ونقظه قال ما کسب الرجل کسبا اطیب من عمل يده وما انفق الرجل على نفسه واهله وولده وخدمه فهو صدقة۔

بہتر کوئی کمائی نہیں اور جو مال حلال بھی آدمی خود اپنے پر اور اپنے اہل پر اور اپنی اولاد اور خادموں پر خرچ کرے وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے۔

وعن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه والہ وسلم لان يحتطب احداكم حزمة على ظهره فيعطيه او يمنعه۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی پشت پر لکڑیاں لاؤ کہ اس کو بیچ کر کھائے یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے پھر وہ دے

یا نہ دے۔

(رواہ مالک والبخاری ومسلم والنسائی)

و عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان رجلاً من الانصار اتي النبي صلى الله
تعالى عليه وآله وسلم فسأله فقل
اما في بيتك شيء؟ قال بلى، احسن لبس
بعضه وثبسط بعضه وقعب نشرب
فيه من الماء قال اشترى بهما فاتاها
بهما فاخذهما رسول الله صلى الله
تعالى عليه وآله وسلم بيده وقال
من يشتري هذين؟ قال رجل انا،
اخذهما بدرهم، قال رسول الله
صلى الله تعالى عليه وآله وسلم من
يزيد علي درهم؟ مرتين او ثلاثاً
قال رجل انا اخذهما بدرهمين فاعطا
هما اياك فاخذ الدرهمين فاتاهما
الانصارى وقال اشترى باحدهما
طعاماً فانبذ الى اهلك، واشترى
بالاخر قد وعافا فتى به، فاتا به فشد
فيه رسول الله صلى الله تعالى عليه و
آله وسلم عوداً مبيد، ثم قال اذهب
فاحتطب وبيع ولا اربك خمسة عشر
يوماً ففعل فجاء وقد اصاب عشرة
درهم فاشترى ببعضها ثوباً وبعضها
طعاماً. فقال رسول الله صلى الله تعالى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کچھ مال کا
سوال کیا اپنے فرمایا تمہارے گھر میں کچھ نہیں
ہے؟ ان انصاری نے عرض کیا ہاں ہے،
ایک ٹاٹ ہے جس کے کچھ حصہ کو پہنتا ہوں اور
کچھ کو بچا کر سوتا ہوں۔ اور ایک پیالہ ہے جس
میں پانی پیتا ہوں، آپ نے فرمایا ان
دونوں کو لے آؤ۔ وہ انصاری لے آئے۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے ان دونوں چیزوں کو ہاتھ میں لے کر
فرمایا، ان کو کون خریدتا ہے؟ ایک آدمی
نے کہا کہ ان دونوں کو ایک درہم میں لے
لوں گا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک درہم سے زیادہ
میں کون لیگا، دو تین دفعہ یہی اعلان فرمایا
ایک آدمی نے عرض کیا میں دو درہم میں
لے لوں گا۔ اپنے وہ دونوں درہم لیکر انصاری
کو عطا فرمادیئے اور فرمایا کہ ایک درہم سے
کچھ کھانے کی چیز خرید کر گھر والوں کے پاس
بھینکو، اور دوسرے کی کلہاڑی خرید کر
میرے پاس لے آؤ، وہ لے آئے تو حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے

عليه والہ وسلم ہذا خیرک من
ان تمی المسئلة نکتة فی وجعک
یوم القیامة (الحديث)

(رواه ابو داؤد واللفظ للہ والنسائی
والترمذی یوقال حدیث حسن۔)

دست مبارک سے اس میں دستہ لگایا اور
ان انصاری سے فرمایا کہ جاؤ لکڑیاں کاٹو۔
اور بیچو، اور دیکھو پندرہ دن تک تمہیں
میں ہرگز نہ دیکھوں، ان انصاری نے ایسا
ہی کیا، پھر پندرہ دن کے بعد اس حال میں آئے
کہ دس درہم نفع کما چکے تھے۔ بعض کا کپڑا خیرہ
اور بعض درہم کے کھانے کی چیزیں خریدیں
اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارا خود محنت کر کے کمایا
تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے
دن اس حال میں آؤ کہ سوال کا داع تمہارا
چہرہ پر ہو۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ
عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ والہ وسلم من اصبی
کالام عملہ اصبی مغفورا لہ۔
رواه الطبرانی فی الاوسط

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا
کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
نے فرمایا کہ جس کسی نے اس حال میں شام
کی کہ کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چور ہو
گیا ہو تو گویا اس نے اس حال میں شام
کی کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہوں

ان سب آیات و روایات سے کمائی کی فضیلت اور ترغیب معلوم ہوتی ہے اور بھی
بہت سی احادیث اپنے ہاتھ سے کمائی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ
جو آیات و روایات توکل کے بارے میں ہیں وہ ان سے بھی بڑھی ہوئی ہیں قرآن و
حدیث اور اکابر کے کلام توکل سے بھرپور ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ توکل
ایک بڑا مرتبہ ہے دین کے مراتب میں سے اور مقررین کے درجات میں سے ایک اعلیٰ درجہ

ہے۔ اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بہت دشوار ہے اور اس کے بارے میں آیات و احادیث جو وارد ہیں ان کا احصاء بھی مشکل ہے چند پر اکتفا کرتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ۔ (پہلی سورۃ ابراہیم)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ۔
ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔
ایک دوسری جگہ وارد ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔
ارشاد تعالیٰ کو محبت ہے توکل والوں سے۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلِيمُ الْغُيُوبِ۔
ہو جائے تو وہ شخص کامیاب ہو گیا اس لئے کہ محبوب نہ تو مذاہب دیتا ہے اور نہ محب کو دور کرتا ہے۔ اور نہ اپنے دیدار سے محب کو محجوب کرتا ہے۔
ایک جگہ ارشاد ہے۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (پہلی سورۃ) کیا اللہ بس نہیں اپنے بندہ کو۔
اور وارد ہے۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔
اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ بڑا
ہے حکمت والا۔

اور ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَدْ عَمَلُوا مِن دُونِ
اللَّهِ عِبَادًا مِّثْلَكُم (پہلی سورۃ اعراف)
جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے
ہیں تم جیسے۔

اور وارد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ (الایہ)
 بے شک جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوائے وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے، سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں روزی اور اس کی ہڈی کرو اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

اور فرمایا ہے۔
 وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ (پ سورتہ منافقین)
 اللہ تعالیٰ کے پاس خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔
 ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے۔
 يُكَذِّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مَآثِرَ مُنْجِي الْأَمْنِ بَعْدَ إِذْنِهِ۔ (پ سورتہ یونس)
 تدبیر کرتا ہے کام کی کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔
 (احسان مص)

اس کے علاوہ بہت سی احادیث کتب حدیث میں اس کی ترغیب و تاکید میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یومًا فقال غوث علی الامم فجعل یمر بالنبی ومعه الرجل والنبی ومعه الرجلان، والنبی ومعه الرجل، والنبی ولین معه احد، فوایت سوادًا کثیرًا سد الاقف فوجت اذ یکون امتی، فقیل هذا موسیٰ فی قوم ثم قیل لی انظر فوایت سوادًا کثیرا
 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ گھر سے باہر نکلے تو فرمایا کہ میرے اوپر امتیں پیش کی گئیں تو دیکھا کہ بعض نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی ہے (جو ان پر ایمان لایا) بعض کے ساتھ دو آدمی ہیں، اور بعض کے ساتھ ایک جماعت ہے۔ اور بعض کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں، پھر ایک بہت بڑی جماعت

سد الافق فقال لی انظر حکذا لو حکذا
 فرأیت سواداً کثیراً سد الافق فقیل
 هَؤُلَاءِ اَعْمَتُکَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ
 الفَاقِدَ اَمَعُم یَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ
 حِسَابٍ هُمُ الذِّیْنَ لَا یَتَطَهَّرُونَ وَلَا
 یَسْتَرْقُونَ وَلَا یُکْتَبُونَ وَعَلَى رِجْلِ
 یَتَوَكَّلُونَ۔ فَعَامَ عِکَاشَةَ بْنِ مَحْصَنٍ
 قَتَلَ اَدْعُوَ اللّٰهَ اِنْ یَجْعَلْنِی مَنَعَهُ ،
 قَالَ اللّٰهُ اَجْعَلْهُ مَنَعَهُ ، ثُمَّ قَامَ
 رَجُلٌ اَخَذَ فَقَالَ اَدْعُوَ اللّٰهَ اِنْ یَجْعَلْنِی
 مَنَعَهُ فَقَالَ سَبَقَکَ بِعَامَ عِکَاشَةَ۔
 (متفق علیہ، مشکوٰۃ، ص ۱۳۵)

کودیکھا جس نے کثرت کی وجہ سے گویا افق
 کو گھیر رکھا تھا تو میں نے یہ تمنا کی خدا
 کرے کہ یہ میری اُمت ہو، مجھ سے یہ کہا
 گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم
 کے ساتھ ہیں۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ نظر اٹھاؤ
 جب نظر اٹھائی تو ایک بہت بڑی جماعت
 کو دیکھا جس نے اپنی کثرت کی وجہ سے گویا
 افق کو گھیر رکھا تھا۔ پھر مجھ سے کہا گیا
 ادھر اور ادھر (دائیں بائیں کی طرف) دیکھو
 تو میں نے بہت بڑی جماعت دیکھی جس
 نے کثرت کی وجہ سے گویا افق کو گھیر رکھا
 تھا تو کہا گیا کہ یہ آپ کی اُمت ہے اور ان
 کے ساتھ ستر ہزار ان کے آگے اور بھی،
 ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فال لیتے ہیں اور
 نہ ٹونا ٹوکا کرتے ہیں اور نہ بطور علاج کے جسموں کو داغتے ہیں اور صرف اپنے پُر رگ
 ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محسن اٹھے اور عرض کیا کہ دعا فرما
 دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کر دے۔ آپ نے دعا فرمادی کہ اے اللہ اس کو ان
 لوگوں میں کر دے۔ پھر ایک اور آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لئے بھی،
 دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں کر دے، اس پر آپ نے فرمایا کہ عکاشہ نے
 پہل کر دی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کہ عکاشہ
 سبقت لے گئے، یہ ہے کہ ایک طلب حقیقی ہے اور ایک صورت دیکھی کی، جیسا بیعت کے
 درمیان میں، ایک شخص طلب لیکر آتا ہے، اور دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے بیعت

ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم بھی مرید ہوں گے۔

ایک طویل حدیث قدسی میں وارد ہے۔

ان اللہ قال وعزتی وجلالی
وعلوی وبعائی وارتفاع مکافئ لا
یؤثر عبدہوئی علی ہوئی لنفسہ الا بشئ
اجلسہ عند بصیرۃ، وضمنت السماء
والارض ووزقہ وکنت لہ من ولاء
تجارۃ کل تاجر۔ (رواہ الطبرانی فی
الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما شیخ
الاحادیث القدسیہ ص ۲)

بیشک اللہ نے فرمایا ہے میری عزت،
ہلال، بلندی، جمال اور میرے مرتبے کے
ارتفاع کی قسم نہیں ترجیح دیتا ہے کوئی بندہ
میری مرضی کو اپنی خواہش پر مگر میں اس
کی موت کو اس کی نگاہ کے سامنے کر
دیتا ہوں (یعنی وہ موت سے خافل نہیں
رہتا) اور آسمان وزمین کو اس کے رزق
کا ضامن بنادیتا ہوں اور میں اس کا

معاون بن جاتا ہوں ہر تاجر کی تجارت کے
پیچھے (کہ وہ جس تاجر بھی جائز سودا کرے اس کو نفع ہوگا)
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فاتے
ہوئے سنا کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسا
توکل کرو جیسا توکل کرنا چاہیے تو تم کو
ایسی روزی دے جیسے پرندوں کو روزی
دیتا ہے کہ صبح کو جھوکے پیٹ جاتے ہیں
اور شام کو بھرے پیٹ واپس ہوتے ہیں۔

رواہ الترمذی وابن ماجہ،
(مشکوٰۃ ص ۱۳ طبع بیروت)

وعن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
والہ وسلم قال انی للعلم آیتہ لو اخذ
الناس بھا لکفتمھم ومن یتق اللہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم
نے فرمایا میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں
اگر لوگ اس پر عمل کر لیں تو ان کے لئے کافی

یجعل له مغربا ویرزقه من حیث
الآیۃ، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ
لا یحسب۔

رواہ احمد و ابن ماجہ و الدانجی مشکوٰۃ
تعالیٰ اس کے لئے راستہ پیدا فرمادیتا ہے۔
اور ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں ہوتا۔

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال کان اخوان علی عہد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کان
احدهما یاتی النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ والہ وسلم والاخر یمحترف،
فشکا المحترف انما النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ والہ وسلم فقال لعک
ترزق بلم۔ رواہ الترمذی وقال
ہذا حدیث معجم غریب، مشکوٰۃ
تم اس کے کام نہ کرنے کی شکایت کرتے ہو اور تمہیں پتہ نہیں کہ شاید اسی کی وجہ
سے تمہیں روزی ملتی ہو۔

گنگوہ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے کتبخانہ کا کام ایک بزرگ
منشی محمد حسین صاحب فیض آبادی کیا کرتے تھے، قرأتوں کا لکنا، بندل بنانا،
ڈانکنا لیجانا وغیرہ، میرے چچا جان مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ عبادات میں مشغول
رہتے تھے، تلاوت نوافل وغیرہ میں ایک دفعہ منشی جی نے چچا جان کو بہت ڈانٹا
کہ کتبخانہ کی بھی کچھ خیر خبر لے لیا کرو، سارا دن یونہی پھرتے رہتے ہو۔ ابا جان نے منشی
جی کو بلا کر بہت ڈانٹا اور یہ کہا کہ منشی جی! میں یوں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو کچھ اللہ تعالیٰ
نے کھانے پینے کی افراط دے رکھی ہے۔ وہ اسی بچہ کی وجہ سے ہے، اس کو کبھی کچھ مت
کہیو، قیقہ طویل ہے حدیث کے مناسب محاسن واسطے یاد آگیا اور مختصر لکھوا دیا۔

وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عنه ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
وسلم قال قال ربکم عزوجل لو
ان عبیدی اطاعونی لاسقیتمہم باللیل
واطلعت علیہم الشمس بالنهار و
لما اسمعہم صوت الرعد۔
(رواہ احمد، مشکوٰۃ ص ۱۳۴)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
الہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب
عزوجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری
فرمانبرداری کریں تو ان پر رات کو بارش
برساؤں اور دن میں دھوپ نکالوں
اور یادوں کے گرجے کی آواز نہ سنو۔

حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وتوکل علی الہی الذی لا یموت
(اس زندہ ذات پر بھروسہ کر جو کبھی فنا نہیں ہوگا) آخر تک تلاوت کی۔ پھر فرمایا کہ
بندہ کے لئے اس آیت کے بعد مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ کرے
بعض علما کو خواب میں یہ بات کہی گئی کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اس
نے اپنی روزی جمع کر لی۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ جس رزق کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے لیا ہے وہ تم کو
فرائض پر عمل کرنے سے غافل نہ کر دے کہ تم آخرت کے معاملہ کو چھوڑ دو، حالانکہ اتنی
ہی تم دنیا پا سکتے ہو جتنی مقدار ہو چکی ہے۔ اور اس فرض سے ہٹ کر روزی کمانے
میں مشغول ہونے سے مال کچھ بڑھے گا نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ میں نے بعض راہبوں سے سوال کیا کہ
کہاں سے کھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اس کا پتہ نہیں میرے رب سے پوچھو کہ
مجھے کہاں سے کھلاتا ہے۔

ہرم بن حیانؒ نے حضرت اویس قرنیؒ سے پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے کہ میں
کہاں رہائش اختیار کروں؟ حضرت اویسؒ نے ملک شام کی طرف اشارہ کیا، ہرمؒ
نے عرض کیا کہ وہاں روزی کی کیا صورت ہوگی؟ حضرت اویسؒ نے فرمایا افسوس
ہے ان قلوب پر جن میں شک سا گیا ان کو وعظ و نصیحت کیا نفع دے گی۔ (ماخوذ من الاحیاء ص ۱۳۴)

میرے رسالہ فضائل حج میں بھی چند واقعات لکھے ہیں۔

① ایک بزرگ کہتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں تھا، ہمارے قریب ایک نوجوان رہا کرتا تھا، اس کے پاس پرانی چادریں تھیں، وہ نہ ہمارے پاس آتا جاتا تھا نہ کبھی پاس بیٹھتا، میرے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی میرے پاس ایک جگہ سے بہت حلال ذریعہ سے دو درہم آئے میں وہ لیکر اس جوان کے پاس گیا اور میں نے اس کے مصلیٰ پر ان کو رکھ کر کہا کہ بالکل حلال ذریعہ سے مجھ کو ملے ہیں ان کو تم اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا اس جوان نے مجھے تر بھی اور تیز ترش نگاہ سے دیکھا اور یہ کہا کہ اللہ پاک کے ساتھ یہ ہنشین (پاس بیٹھنا) میں نے ستر ہزار شرفیاں نقد جو میرے پاس تھیں علاوہ حاد کے اور کرایہ کے مکانات کے ان سب سے اپنے کو فارغ البال کر کے خریدا ہے۔ تو ان درہم کے ساتھ مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر اپنا مصلیٰ جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ جب استغناء کے ساتھ وہ اٹھ کر جا رہا تھا اور میں بیٹھا ان درہم کو چن رہا تھا اس وقت تک کی اس کی سی عزت اور اپنی سی ذلت میں نے عمر بھر کسی کی نہیں دیکھی۔ یعنی اس وقت اس کی عزت جتنی میری نگاہ میں تھی اتنی عزت کبھی کسی کی میری نگاہ میں نہیں ہوئی اور جتنی اس وقت درہم چھتے ہوئے مجھے اپنی ذلت محسوس ہو رہی تھی اتنی ذلت کبھی اپنی یا کسی اور کی مجھے محسوس نہیں ہوئی۔ (فضائل حج واقعہ ص ۲۷)

② حضرت شیخ ابراہیم خواص رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ جب کہیں سفر کو تشریف لیجاتے نہ کسی سے تذکرہ کرتے نہ کسی کو خبر ہوتی، ایک لوٹا ہاتھ میں لیا اور چل دیئے۔ حامد اسود کہتے ہیں ایک مرتبہ میں بھی مسجد میں حاضر خدمت تھا آپ حسب معمول لوٹا لیکر چل دیئے میں بھی پیچھے پیچھے ہوا جب ہم قادیسیہ میں پہنچے تو اپنے دریافت فرمایا حامد کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو ہر کاہی کے لئے چل پڑا، فرمایا کہ میرا ارادہ تو مکہ مکرمہ جانے کا ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ وہیں چلوں گا۔ جب ہم کو چلتے چلتے تین دن ہو گئے تو ایک نوجوان ہمارے ساتھ اور بھی ہوا۔ اور ایک دن رات وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا لیکن اس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی، میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ تیسرا آدمی

جو ہمارے ساتھ مل گیا۔ نماز نہیں پڑھتا، شیخ نے اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا، اس نے کہا کہ میرے ذمہ نماز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا تو مسلمان نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں تو نصرانی ہوں لیکن میں نصرانیت میں بھی تو کل پر گزر کر تا ہوں۔ میرے نفس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ تو کل میں بختہ ہو گیا میں نے اسکو جھٹلایا اور اس جنگل بیابان میں لا ڈالا تاکہ اس کے دعویٰ کا امتحان کروں، شیخ اس کی یہ بات سن کر چلے گئے اور مجھ سے فرمایا اس سے تعریف نہ کرو، تمہارے ساتھ پڑا چلتا رہے وہ ہمارے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم بطن مرو پر پہنچے۔ وہاں شیخ نے اپنے میلے کپڑے بدن سے اتارے اور ان کو دھویا پھر لڑکے سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اس نے کہا عبدالمسیح۔ شیخ نے فرمایا عبدالمسیح یہ مکہ کی دہلیز ہے یعنی حرم آگیا اور اللہ جل شانہ نے مشرکوں کو لاواخذہ اس میں ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام (مشرکین ناپاک ہیں یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آئیں) اور اپنے نفس کا جو امتحان کرنا چاہتا تھا وہ تجھ پر ظاہر ہی ہو گیا۔ پس ایسا نہ ہو کہ تو مکہ میں داخل ہو جاوے۔ اگر ہم تجھے وہاں دیکھیں گے تو اعتراض کریں گے۔ حامد کہتے ہیں ہم اس کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے، اس کے بعد جب ہم عرفات پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا احرام باندھے ہوئے لوگوں کے منہ دیکھتا ہوا۔ ہمارے پاس پہنچ گیا اوشیخ کے اوپر گر پڑا شیخ نے پوچھا عبدالمسیح کیا ہوا کہنے لگا کہ ایسا نہ کہو اب میں عبدالمسیح نہیں ہوں بلکہ اس کا غلام ہوں جس کے حضرت مسیح علیہ السلام بھی غلام تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اپنی سرگذشت تو سناؤ کہنے لگا کہ جب تم مجھے وہاں چھوڑ کر چلے آئے تو میں اسی جگہ بیٹھ گیا اور جب مسلمانوں کا ایک قافلہ اور آگیا تو میں بھی مسلمانوں کی طرح احرام باندھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے ان کے ساتھ ہو لیا۔ جب مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ پر میری نظر پڑی تو اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب تھے وہ سب ایک دم میری نگاہ سے گر گئے، میں نے غسل کیا مسلمان ہوا اور احرام باندھا اور آج صبح سے تم کو دھونڈتا پھر تا ہوں اس کے بعد سے وہ اور ہم

ساتھ ہی رہے۔ یہاں تک کہ صوفیا رہی کی جماعت میں اس کا انتقال ہوا۔

(فضائل حج واقعہ ۵۷۵)

آپ بیتی ملاحظہ! میں حضرت مخا نوئیؒ کے ملفوظات حسن العزیز سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اب ہایہ شبہ کہ کفار کے لئے ایسا کیوں ہوتا ہے تو بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہو سکتی ہے یہ تو مسلم ہے اسی طرح ان کا توکل بھی مؤثر ہو سکتا ہے عرض جیسے دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح توکل بھی نافع ہو سکتا ہے۔ بلکہ کافر کی بعض دعا تو ایسی قبول ہوتی ہے کہ مسلم کی کبھی نہیں ہوتی اور وہ دعا ہے ابلیس کی انظر فی الیوم بیعتوں۔ بات یہ ہے کہ انا عند ظن عبدی بی، انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا، ظن کر لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ پورا فرما دیتے ہیں، بت پرستوں تک کی حاجت پوری ہوتی ہے۔ چونکہ ان کو حق تعالیٰ سے یہی گمان ہوتا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ مجمع الزوائد ص ۱۵۱ میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان العبد يدعوا الله وهو يجبه فيقول الله عز وجل يا جبريل اقض لعبدي هذا حاجته واخرها فاني احب ان اسمع صوته وان العبد يدعوا الله وهو يبغضه فيقول الله عز وجل يا جبريل اقض لعبدي هذا حاجته وعجلها فاني اكره ان اسمع صوته

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اپنے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں دعا کرتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے جبریل میرے اس بندے کی یہ حاجت پوری کر دو مگر دینے میں ذرا تاخیر کر دو کیونکہ میں اس کی آواز کو پسند کرتا ہوں، اور بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض

(بداء الطالب فی الاوسط)

ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتے ہیں اے جبریل اس بندہ کی یہ حاجت

پوری کر دو اور جلدی سے اس کو فارغ کر دو کیونکہ مجھے اس کی آواز ناپسند ہے۔
اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سالہ
درد نامہ غمناک میں فرمایا ہے۔

اگر رونا مرا خوش آتا ہے یہ درد ورنج تجھ کو بھاتا ہے
تو درد غم سے نت روتا رہو گا تری الفت میں جی کھوتا رہو گا

(۳) شیخ بنانؒ فرماتے ہیں کہ میں مصر سے حج کو جا رہا تھا میرا توشہ میرے ساتھ تھا
راستہ میں ایک عورت ملی کہنے لگی بنان! تم بھی حمال (یعنی مزدور) ہی نکلے، توشہ
لا دے لئے جا رہے ہو، تمہیں یہ وہم بے کردہ تمہیں روزی نہیں دے گا۔ میں نے اس
کی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا، تین دن مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا۔ راستہ میں چلتے
چلتے مجھے ایک پازیب دپاؤں کا زیور پڑا ہوا ملا، یہ سوچ کر اٹھایا کہ اس کا مالک مل جائے
گا تو اس کو دوں گا۔ وہ شاید اس پر مجھے کچھ دیدے، تو وہ عورت پھر سامنے آئی کہنے
لگی کہ تم دو کا نذر ہی نکلے کہ وہ پازیب کے بدلہ میں شاید کچھ دیدے، اس کے بعد اس
عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیئے کہ لے انہیں خرچ کرتا رہتیو۔ میں نے ان
کو خرچ کرنا شروع کیا اور واپسی میں مہر تک انہوں نے مجھے کام دیا۔

(فضائل حج واقعہ ۷۷)

(۴) ایک بزرگ کا قعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے تنہا حج کیا، عزیز و اقارب کو کوئی سنا
نہ تھا اور یہ عہد کیا کہ کسی سے سوال نہ کروں گا۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک وقت ایسا
آیا کہ ایک زمانہ تک کہیں سے کچھ نہ ملاحتی کہ ضعف کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے اور
دل میں خیال آیا کہ اب اضطرار کا درجہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اسٹ
جل شانہ نے ممانعت فرمائی ہے اس لئے اب مجھے سوال کر لینا چاہیئے لیکن پھر دل میں
کھٹک پیدا ہوئی اور آخر یہ طے کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کر لیا وہ نہیں توڑوں گا
چاہے مجھ کو چوتھوں کی وجہ سے چلنے سے عاجز ہو گئے تھے اس لئے رہ گئے اور
سارا قافلہ روانہ ہو گیا اور یہ موت کے انتظار میں قبلہ رو ہو کر ایک جگہ لیٹ گئے

اتنے میں ایک سوار ان کے قریب آیا اس کے پاس ایک برتن میں پانی تھا وہ اس نے ان کو پلایا اور جو حاجت تھی وہ سب پوری کی اور پھر پوچھا کہ تم قافلہ کے ساتھ ملنا چاہتے ہو؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ قافلہ اب کہاں، نہ معلوم کتنے دُور نکل چکا اس سوار نے کہا کہ کھڑے ہو اور میرے ساتھ چلو، یہ چند ہی قدم اس کے ساتھ چلے تھے اس نے کہا کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ تم سے اُٹے گا یہ وہاں ٹھہر گئے تو قافلہ پیچھے سے ان کو آتا ہوا ملا۔
(فضائل حج و اذیت)

⑤ حضرت عبدالواحد بن زید جو مشائخ چشتیہ کے سلسلہ میں مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ کشتی میں سوار جا رہے تھے۔ ہوا کی گردش نے ہماری کشتی کو ایک جزیرہ میں پہنچا دیا، ہم نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا کہ ایک بُت کو پوج رہا ہے ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس کی پرستش کرتا ہے؟ اس نے اس بُت کی طرف اشارہ کیا، ہم نے کہا تیرا معبود خود تیرا بنایا ہوا ہے اور ہمارا معبود ایسی چیزیں بنا دیتا ہے جو اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا ہو وہ پوجنے کے لائق نہیں ہے۔ اس نے کہا تم کس کی پرستش کرتے ہو؟ ہم نے کہا اس پاک ذات کی جس کا عرش آسمان کے اوپر ہے۔ اس کی گرفت زمین پر ہے اس کی عظمت اور بڑائی سب سے بالاتر ہے کہنے لگا تمہیں اس پاک ذات کا علم کس طرح ہوا۔ ہم نے کہا اس نے ایک رسول (قاصد) ہمارے پاس بھیجا جو بہت کریم و شریف تھا، اس رسول نے ہمیں یہ سب باتیں بتائیں اس نے کہا وہ رسول کہاں ہے؟ ہم نے کہا کہ اس نے جب پیام پہنچا دیا اور اپنا حق پورا کر دیا تو اس مالک نے اس کو اپنے پاس بلا لیا تاکہ اس کے پیام پہنچانے اور اس کو اچھی طرح پورا کر دینے کا صلہ اور انعام عطا فرمائے، اس نے کہا کہ اس رسول نے تمہارے پاس کوئی علامت چھوڑی ہے؟ ہم نے کہا اس مالک کا پاک کلام ہمارے پاس چھوڑا ہے۔ اس نے کہا مجھے وہ کتاب دکھاؤ ہم نے قرآن پاک لا کر اس کے سامنے رکھا، اس نے کہا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تم اس میں سے مجھے کچھ سناؤ ہم نے ایک سورۃ سنائی وہ سنتے ہوئے روتا رہا یہاں تک کہ وہ سورۃ پوری ہو گئی اس

نے کہا اس پاک کلام والے کا حق یہی ہے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ ہم نے اس کو اسلام کے احکام اور ارکان بتائے اور چند سورتیں قرآن پاک کی سکھائیں۔ جب رات ہوئی عشاء کی نماز پڑھ کر ہم سونے لگے اس نے پوچھا تمہارا معبود بھی رات کو سوتا ہے؟ ہم نے کہا وہ پاک ذات حی و قیوم ہے وہ نہ سوتا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔ (آیت الکرسی) وہ کہنے لگا تم کس قدر نالائق بندے ہو کہ آقا تو جاگتا رہے اور تم سو جاؤ، ہمیں اس کی بات سے بہت حیرت ہوئی، جب ہم اس جزیرہ سے واپس ہونے لگے تو کہنے لگا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو تاکہ میں دین کی باتیں سیکھوں، ہم نے اپنے ساتھ لے لیا جب ہم شہر آبادان میں پہنچے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ شخص نو مسلم ہے اس کے لئے کچھ معاش کا فکر بھی چاہیئے ہم نے کچھ درہم چندہ کیا اور اس کو دینے لگے اس نے پوچھا یہ کیا ہے ہم نے کہا کچھ درہم ہیں ان کو تو اپنے خرچ میں لے آنا۔ کہنے لگا لا الہ الا اللہ تم لوگوں نے مجھے ایسا راستہ دکھایا جس پر خود بھی نہیں چلتے، میں ایک جزیرہ میں تھا ایک بت کی پرستش کرتا تھا۔ خدائے پاک کی پرستش بھی نہ کرتا تھا۔ اس نے اس حالت میں مجھے ضائع کر دیا اور ہلاک نہ کیا حالانکہ میں اس کو جانتا بھی نہ تھا اور اس وقت مجھے کیونکر ضائع کر دے گا جبکہ میں اس کو پہچانتا بھی ہوں۔ اس کی عبادت بھی کرتا ہوں۔ تین دن کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اس کا آخری وقت ہے۔ موت کے قریب ہے ہم اس کے پاس گئے اس سے پوچھا کتری کوئی حاجت ہو تو بتا کہنے لگا میری تمام حاجتیں اس پاک ذات نے پوری کر دیں جس نے تم لوگوں کو جزیرہ میں (میری ہدایت کے لئے) بھیجا تھا۔ شیخ عبد الواحد فرماتے، میں کہ مجھ پر دفعہ تینند کا فلبہ ہوا میں وہیں سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ ہے اس میں ایک نہایت نفیس قہہ بنا ہوا ہے اس میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اس تخت پر ایک نہایت حسین لڑکی کہ اس جیسی خوبصورت عورت کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی یہ کہہ رہی ہے خدا کی واسطے اس کو جلدی بھیج دو اس کے اشتیاق میں میری بے قراری حد سے بڑھ گئی، میری جو آنکھ کھلی تو اس نو مسلم کی

روح پرواز کر چکی تھی ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور دفن کر دیا، جب رات ہوئی تو میں نے وہی باغ اور قبہ اور تخت پر وہ لڑکی اس کے پاس دیکھی اور وہ یہ آیت شریفہ پر لمبہ رہا تھا والہم لکھتے دیدخلون علیہم من کل باب جس کا ترجمہ یہ ہے (اور فرشتہ ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے جو ہر قسم کی آفت سے سلامتی کا مژدہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا تھا اور دین پر مضبوط جمے رہے۔ پس اس جہان میں تمہارا انجام بہت بہتر ہے) حق تعالیٰ شانہ کے عطا اور بخشش کے کرشمے ہیں کہ ساری عمر بت پرستی کی اور اس نے اپنے لطف و کرم سے موت کے قریب ان لوگوں کو زہر دستی کشتی کے بے قابو ہو جانے سے وہاں بھیجا اور اس کو آخرت کی دولت سے مالا مال کر دیا اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت، (فمنائل صدقات، واقعہ ۵۵)

④ حضرت ذوالنون مصری جو اکابر و مشہور صوفیاء میں ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں جا رہا تھا مجھے ایک نوجوان لکڑیٹھاجس کے چہرے پر ڈارمھی کی دو لکیریں تھیں یعنی لکھنی شروع ہی ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اس کے بدن پر کپکپی لگئی اور چہرہ زرد ہو گیا اور مجھ سے بھاگنے لگا۔ میں نے کہا میں تو تیرے ہی جیسا انسان ہوں جس تو نہیں ہوں پھر کیوں اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے وہ کہنے لگا کہ تم انسانوں ہی سے تو بھاگتا ہوں۔ میں اس کے پیچھے چلا اور میں نے اس کو قسم دی ذرا کھڑا ہو جائے وہ کھڑا ہو گیا میں نے پوچھا کہ تو اس جنگل سیا بان میں بالکل تنہا رہتا ہے کوئی رفاقت کے لئے بھی نہیں ہے۔ تجھے خوف نہیں معلوم ہوتا کہنے لگا نہیں میرے پاس تو میرا دل لگانے والا ہے میں نے سمجھا کہ اس کا کوئی رفیق کہیں گیا ہوا ہوگا میں نے کہا وہ کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے وہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف ہے میں نے پوچھا کہ کچھ کھانے پینے کا سامان بھی تیرے پاس نہیں ہے کہنے لگا وہ بھی موجود ہے۔ میں نے کہا وہ کہاں ہے؟ کہنے لگا جس نے میری ماں کے پیٹ میں روزی دی اسی نے میری بڑی عمر میں بھی روزی کی ذمہ داری لے رکھی

ہے تو میں نے کہا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ تو آخر چاہیئے اس سے رات کو تہجد میں کھڑے ہونے کی قوت پیدا ہوتی ہے دن کو روزہ رکھنے میں مدد ملتی ہے اور بدن کی قوت سے مولائی خدمت یعنی عبادت بھی باجمعی طرح ہو سکتی ہے۔ میں نے کھانے پینے کی ضرورت پر بہت زور دیا تو وہ چند شعر پڑھ کر بھاگ گیا جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے کسی گھر کی ضرورت نہیں ہے اور وہ ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کی کوئی جائداد ہو۔ وہ جب جنگل سے پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے تو وہ جنگل اس کی جدائی سے روتلے جس میں وہ پہلے سے تھا وہ رات کے تہجد پر اور دن کے روزے پر بہت زیادہ صبر کرنے والا ہوا کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس کو سمجھا دیا کرتا ہے کہ جتنی محنت اور مشقت ہو سکے کر لے اس لئے کہ جہنم کی خدمت میں کوئی عار نہیں ہوتی وہ بڑے فخر کی چیز ہوتی ہے وہ جب اپنے رب سے باتیں کرتا ہے تو اس کی آنکھ سے آنسو بہا کرتے ہیں اور وہ یہ کہا کرتا ہے کہ یا اللہ میرا دل اڑا جا رہا ہے اس کی تو خبر لے وہ یوں کہا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے نہ تو جنت میں، یا قوت کا گھر چاہیے جس میں حوریں رہتی ہیں اور نہ مجھے جنت عدن کی خواہش ہے اور نہ جنت کے پھولوں کی آرزو ہے، میری ساری تمنا صرف تیرا دیدار ہے اس کا مجھ پر احسان کر دے یہی بڑی فخر کی چیز ہے۔

(فضائل صدقات، واقعہ ملت)

⑤ حضرت ابراہیم خواصؑ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے بلا جس کی کمر میں زنار (پٹک) یا دھاگہ وغیرہ جو کھڑکی حلا کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھ رہا تھا۔ اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقرہ کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں) میں نے ساتھ لے لیا سات دن تک ہم چلتے رہے، نہ کھانا نہ پینا، ساتویں دن اس نصرانی نے کہا۔ اے محمدی! کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ، کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں، میں نے اللہ تعالیٰ

شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما، میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور پانی کا ٹونا رکھا ہوا تھا ہم دونوں نے کھایا پانی بیا اور چل دیئے، سات دن تک چلتے رہے ساتویں دن میں نے اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے جلدی کر کے اس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دُعا کرنے لگا، جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اس سے دو گنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آگئی۔ مجھے برسی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے سوچا کیونکہ اسے کھانے سے انکار کر دیا، اس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بیشارتیں سناؤں گا۔ جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنا توڑ کر چھینک دیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لئے دعا کی تھی وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللہ اس مجھری کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل مجھے کھانا دے، اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا اور آگے چل دیئے، آخر مکہ مکرمہ میں پہنچے، حج کیا اور وہ نو مسلم مکہ ہی میں بٹھ کر گیا وہیں اس کا انتقال ہوا۔ غفر اللہ تعالیٰ لہ۔

کافروں کے اس طرح مسلمان ہونے کے بہت سے واقعات تواریخ کی کتب میں موجود ہیں اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ بسا اوقات دوسروں کے طفیل کسی کو روزی دیتے ہیں جن کو وہ ملتی ہے وہ اپنی بے وقوفی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا کارنامہ ہے۔ ہماری کوشش کا نتیجہ ہے احادیث میں کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ تمکو تمہارے ضعف اس کے طفیل اکثر روزی دی جاتی ہے۔ نیز اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں پر بھی بسا اوقات مسلمانوں کی وجہ سے فتوحات ہوتی ہیں جس کو ظاہر میں ان کی مدد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دوسروں

کا طفیل ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات، واقعہ مثلاً)

ان واقعات اور احادیث و آیات جو اوپر گزری ہیں ان کے علاوہ بھی توکل کے فضائل بہت ہیں اور عشاق و مخلصین کے واقعات کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا چودہ سو سال کے قریب ہو رہے ہیں ہر سال میں کتنے مخلصین اور متوکلین ایسے ہوں گے جن پر عجیب واقعات گزرے ہوں گے کوئی لکھے تو کہاں تک لکھے، البتہ ان واقعات میں تین امر قابل لحاظ ہیں۔

اول یہ کہ یہ احوال اور واقعات جو گزرے ہیں وہ عشق و محبت اور توکل پر مبنی ہیں اور یہ چیزیں عام قوانین سے بالاتر ہیں۔

مکتب عشق کا انداز نرالے دیکھے

اس کو چھٹی ندی جس نے سبق یاد کیا

عشق کے ضوابط کسی اصول کے ماتحت نہیں ہوتے نہ پڑھنے لکھنے سے آتے ہیں بلکہ عشق پیدا کرنے سے آتے ہیں۔

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دیگی

اپنا کام کو شش اور سعی کر کے اس سمندر میں کود پڑنا ہے اس کے بعد ہر محنت آسان ہے اور ہر مشقت لذیذ ہے۔ ہر وہ چیز جو عشق سے بے بہرہ لوگوں کے لئے مصیبت اور ہلاکت ہے وہ اس سمندر کے غوطہ لگانے والوں کے لئے آسان اور لطف و حیرت کی چیز ہے۔ اس سمندر میں غوطہ لگانے والے انجام اور عواقب کی مصلحت بینوں سے بالاتر ہوتے ہیں۔

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی

بس اس میں ڈوب ہی جانا ہے لے دل اپار ہو جانا

لہذا ان واقعات کو اسی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی رنگ میں رنگے جانے کی کوشش کرنا چاہیے لیکن جب تک عشق پیدا نہ ہوا سو تک نہ تو ان

واقعات سے استدلال کرنا چاہیئے۔ نہ ان پر اعتراض کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ عشق کے غلبہ میں صادر ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص محبت کا بیالہ پی لیتا ہو وہ محمور ہو جاتا ہے اور جو محمور ہوتا ہے اس کے کلام میں بھی وسعت آجاتی ہے۔ اگر اس کا وہ نشہ زائل ہو جائے تو وہ دیکھے کہ جو کچھ اس نے غلبہ میں کہا ہے وہ ایک حال ہے حقیقت نہیں۔ اور عشاق کے کلام سے لذت تو حاصل کی جاتی ہے اس پر اعتما نہیں کیا جاتا۔ (احیاء)

دوسرا مرید ہیکان قصوں میں اکثر مواقع میں توکل کی وہ مثالیں گزری ہیں جو ہم جیسے نااہلوں کے عمل تو درکنار ذہنوں سے بھی بالاتر ہیں ان کے متعلق یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ توکل کا منتہا یہی ہے جو ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ پسندیدہ بھی ہے اور اس کے کمال پر پہنچنے کی سعی اور کم سے کم تمنا تو ہونا ہی چاہیئے لیکن جب تک یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ترک اسباب نہ کرنا چاہیئے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن یحییٰ سے پوچھا کہ توکل کی حقیقت کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تو بہت بڑے اثر دہے کے منہ میں مائع دے دے اور وہ پہنچے تک کھالے تو اس وقت بھی تجھے اللہ جل شانہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو۔ اس کے بعد میں بایزیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے اس کے متعلق دریافت کروں، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے اندر ہی سے جواب دیدیا کہ تجھے عبدالرحمن کے جواب سے کفایت نہ ہوئی جو میرے پاس پوچھنے کے واسطے آیا ہے، میں نے عرض کیا کہ کواڑ تو کھول دیجئے۔ فرمایا تم اس وقت ملاقات کے لئے تو آئے نہیں۔ بات پوچھنے کے واسطے آئے تھے اس کا جواب مل گیا۔ اور کواڑ نہ کھولے ایک سال کے بعد میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فوراً کواڑ، کھول دیجئے اور فرمایا کہ اس وقت تم ملنے کے لئے آئے ہو (روض)

ملا علی قاریؒ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص خالص توکل کا ارادہ کرے تو اس میں بھی

مفائدہ نہیں بشرطیکہ مستقیم الحال ہو، اسباب چھوڑ کر پریشان نہ ہو بلکہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی دوسرے کا خیال بھی اس کو نہ آئے اور جن حضرات نے ترک اسباب کی خدمت فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کا حق ادا نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کے توشہ دانوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ جل شانہ پر ایسا توکل کرو جیسا کہ اس کا حق ہے تو تم کو ایسی طرح رزق عطا فرمائے جیسے پرندہ کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے گھوٹسوں سے نلکے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے والے ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ جل شانہ کی طرف بالکلیہ متعلق ہو جائے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتے ہیں اور ایسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس کا اندازہ دو قصوں سے ہوتا ہے جو احادیث میں مذکور ہیں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصہ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے چندہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ لے آئے اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر میں کیا چھوڑا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ اور اس کا رسول دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سونے کی ڈلی انڈے کے برابر پیش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ ایک معدن سے مل گئی اس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا ان صاحب نے دوسری اور تیسری مرتبہ اسی طرح اصرار سے پیش کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو لیکر ایسے زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتی تو زخمی کر دیتی اور یہ ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی اپنا سارا مال منہ

کر دیتے ہیں۔ پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے واسطے بیٹھ جاتے ہیں۔

(دعائے ابو داؤد)

ان صاحب کا اعتماد علی اللہ تعالیٰ اور توکل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں کیا ہو سکتا تھا اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے وہاں سب کچھ قبول فرمایا اور یہاں ناراضی کا اظہار فرمایا۔

اختیار اسباب اور توکل محض کی احادیث اور قصص میں مختلف طور سے جمع کیا گیا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ توکل کے تین درجے ہیں پہلا درجہ تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی مقدمہ میں کسی ہوشیار، ماہر تجربہ کار کو وکیل بنا، لے کہ وہ ہر چیز میں اس ماہر وکیل کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اس کا یہ توکل فانی ہے کبھی ہے۔ اس کو اپنے توکل کا احساس و شعور ہے۔ دوسرا درجہ جو پہلے سے اعلیٰ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ ناسمجھ کا اپنی ماں کی طرف کروہ ہر بات میں اسی کو پکارتا ہے اور جب کوئی گھبراہٹ یا تکلیف کی بات اس کو پیش آتی ہے تو سب سے پہلے اس کے منہ سے امان نکلتا ہے، ان ہی دونوں کی طرف حضرت سہیل رحمہ نے اشارہ کیا ہے جبکہ ان سے کسی نے پوچھا کہ توکل کا ادنیٰ درجہ کیا ہے فرمایا کہ اُمیدوں کا ختم کر دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ درمیانی درجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اختیار کا چھوڑ دینا، پھر سائل نے پوچھا کہ اعلیٰ درجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کو وہ پہچان سکتا ہے جو دوسرے درجہ پر پہنچ جائے، امام غزالی رحمہ نے لکھا ہے کہ تیسرا درجہ جو سب سے اعلیٰ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے ساتھ ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں۔ اس کی اپنی کوئی حرکت رہتی ہی نہیں، اسی درجہ پر پہنچ کر اللہ جل شانہ سے مانگنے کا بھی محتاج نہیں رہتا وہ خود ہی بلا طلب اس کی ضروریات کا تکفل کرتا ہے جیسا کہ نہلانے والا خود ہی میت کی ضروریات غسل کو پورا کرتا ہے۔ (احیاء)

اس پر یہ اشکال کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا عام طریقہ، اسباب کے اختیار کا تھا، صحیح ہے لیکن حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

اللہ وسلم کے شایان شان وہی حالت تھی جسکو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اختیار فرمایا، اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے حالات ان واقعات کی نوعیت کے ہوتے تو امت بڑے سخت ابتلا میں پڑ جاتی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو امت پر شفقت کیوجہ سے اس کا بہت اہتمام تھا کہ ایسی چیز اختیار نہ فرمائیں جس میں امت کو مشقت ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں۔ بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بعض عمل یا جو دیکھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خواہش اس کے کرنے کی ہوتی تھی اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔

(رواہ البودادی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نہیں پڑھتے تھے اور میں پڑھتی ہوں، ”اہتمام اور دوام ہے کہ جس شدت اہتمام سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پڑھتی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اتنے اہتمام سے نہ پڑھتے تھے۔ ورنہ بیسیوں روایات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا چاشت کی نماز پڑھنا وارد ہے۔ اور یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اگر اتنے شدید اہتمام سے پڑھتے تو یہی چیز اس کو واجب بنا دیتی، تراویح کے بارے میں بڑی کثرت سے روایات میں وارد ہوا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے چند راتیں پڑھیں اور پھر چھوڑ دی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کا اشتیاق اتنا بڑھا کہ جب چند راتوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے خیمہ سے باہر تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ خیال ہو کہ شاید آنکھ لگ گئی۔ اس لئے ایسی چیزیں اختیار کیں جن سے بغیر چمکے آنکھ کھل جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری حرکتیں دیکھتا رہا اور میں بجز اللہ تعالیٰ اس رات میں

بھی غافل نہ تھا، لیکن مجھے اس کے سوا اور کوئی چیز نکلنے سے ممانع نہ ہوئی کہ میں اس سے ڈرا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر تم پر فرض ہو جاتی تو اس کا نباہنا تمہیں مشکل ہو جاتا۔ (دواء ابو داؤد)

صاحبِ روض لکھتے ہیں کہ جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کے اسباب کا اختیار کرنا ہی طریقہ جہو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مجہور اولیاء کا ہے لیکن اس سے ان اولیاءِ مکرام پر جو مضرتوں سے نہ بچتے تھے اور اپنے لئے اسبابِ اختیار نہ فرماتے تھے اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم شریعتِ مطہرہ پر چلانے والے تھے اس لئے ایسے سہل راستے پر چلاتے تھے جس پر عوام و خواص سب چل سکیں، اور اگر قافلوں کا چلانے والا کسی ایسے مشکل راستہ پر قافلہ کو لیجائے جس پر وہ خود اپنی قوت کی وجہ سے چل سکتا ہو لیکن قافلہ کی اکثریت اس راستہ کی مقفل نہ ہو تو وہ قافلہ والوں کے اوپر مہربان شمار نہ ہوگا۔

تیسری بات جو ان واقعات میں قابلِ لحاظ ہے وہ بھی حقیقت میں پہلی ہی بات پر متفرع ہے، وہ یہ ہے کہ بعض واقعات میں ایسی شدت ملتی ہے جو سرسری نظر میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اور بظاہر یہ ناجائز معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق یہ بات ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ یہ واقعات بمنزلہ دوا کے ہیں اور دوا میں طبیبِ حاذق بسا اوقات سنگھیا بھی استعمال کرایا کرتا ہے، لیکن اس کا استعمال طبیب کی رائے کے موافق ہو تو مناسب ہے بلکہ البسا اوقات ضروری لیکن بدون اس کے مشورہ کے ناجائز اور موجبِ ہلاکت ہے۔ اسی طرح ان واقعات میں جن حاذق، طبیبوں نے ان دواؤں کا استعمال کیا ہے ان پر اعتراض اپنی نادانی اور فن سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ لیکن جو خود طبیب نہ ہو اور اس کو کسی طبیب کا مشورہ حاصل نہ ہو اس کو ایسے امور جو شریعتِ مطہرہ کے خلاف معلوم ہوتے ہوں اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ فن کے آئمہ پر اور قواعد سے واقف لوگوں پر اعتراض میں جلدی کرنا۔ بالخصوص ایسے لوگوں کی طرف سے جو خود واقفیت نہ رکھتے ہوں غلط چیز ہے۔ اور

ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالنا ہر حال میں ناجائز نہیں ہے اگر دینی مصلحت اس کی متقاضی ہو تو پھر مباح سے بھی لگے بڑھ جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ دو شخصوں پر بڑا تعجب فرماتے ہیں یعنی اس سے بہت راضی ہوتے ہیں، ایک وہ شخص ہے جو نرم نرم بستر پر لمحاف کے اندر محبوبہ بیوی کے ساتھ لیٹا ہو اور ایک دم بشاشت کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر تفاخر فرماتے ہیں، دوسرا وہ شخص جو ایک شکر کے ساتھ ملکر جہاد میں شرکت کر رہا ہو اور وہ لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگے اور اس میں سے کوئی شخص بھاگنے میں اللہ جل شانہ کا خوف کرے اور تن تنہا واپس ہو کر مقابلہ کرے حتیٰ کہ شہید ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا یہ بندہ میرے انعامات میں رغبت اور میری ناراضی کے خوف سے لوٹا حتیٰ کہ اس کا خون بھی بہا دیا گیا۔ (مشکوٰۃ)

اب یہ شخص جو تنہا لوٹا ہے ظاہر ہے کہ مرنے ہی کے واسطے لوٹا ہے کہ جب لوٹا لشکر شکست کھا کر بھاگنے لگا تو اس میں ایک آدمی کیا کر سکتا ہے اس کے باوجود حق تعالیٰ شانہ اس پر تفاخر فرماتے ہیں۔

کو کب میں کتاب صحت میں لکھا ہے کہ توکل کے مختلف اقسام ہیں ایک توکل وہ ہے جو نفس مزیح کے خلاف ہو جیسے کوئی آدمی توکل کر کے زہر پی لے یا پہاڑ سے کود پڑے یا بالکل کھانا ہی چھوڑ دے اور اس کو ان امور میں سے کسی کی طاقت نہ ہو تو ایسا توکل ارشاد خداوندی وَلَا تَلْقُوا بَايِدَ يَكْمُلُ الْتَحْلُكَةِ کے خلاف ہے اور یہ حرام ہے۔ اور توکل کی دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو ترک کر دے جس کی افادیت منطوق ہو جیسے مرلینوں کا دوا پینا اور یہ توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ ایسی چیز کو چھوڑ کر توکل کرے جس کی افادیت کا ظن غالب نہ ہو جیسے جھاڑ پھونک کو چھوڑ دینا اور یہ توکل کا سب سے آخری درجہ ہے، دوسری جگہ صحت کو کب ہی میں مشہور حدیث ”اعطها وتوکل“ کے ذیل میں

ارشاد فرماتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے اور اس پر اعتماد نہ کیا جائے اور پھر یہ ہے اسباب کو سرے سے اختیار ہی نہ کیا جائے۔
ہمارے حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے در شمیم میں تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اس کے چھوڑنے میں افضل چیز کونسی ہے؟ تو مجھ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد پڑ گیا، اس کے تھوڑی دیر بعد یہ حالت نازل ہوئی تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل پایا اور اپنی روح کو اسباب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کو سونپ دینے کی طرف مائل پایا۔ (فضائل ج)

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ازدروں شو آشنا و زبروں بیگانہ خوش

ایں چنین زبیا روش کمتر بود اندر جہاں

(اندر سے تو آشنا اور باہر سے اجنبی بنا ہوا ہو ایسا بہتر طریقہ دنیا میں بہت کم ہوتا ہے)
ہمارے اکابر دیوبند کا طرز دونوں ہی قسم کا رہا ہے۔ ایک رائے پوری طرز تھا کہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں اسباب کا سلسلہ شروع ہی سے نہیں رہا۔ اور دوسرا طرز بقیہ حضرات کا رہا کہ ابتداء میں اسباب کے ساتھ تلبس رہا، اخیر میں ترک اسباب ہو گیا، ہمارے حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا حال تو معلوم نہیں مگر حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں ملازمت بھی کی جس کے متعلق تذکرۃ الرشید ص ۵۵ میں لکھا ہے کہ ابتداء میں ملازمتوں کی پیشکش ہوئی اور ایک جگہ سے قرآن پاک کے ترجمہ کے لئے سات روپے کی ملازمت آئی حضرت نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت مانگی، اعلیٰ حضرت نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اس سے زائد کی آٹھ لکھ، حضرت نے اس کو انکار کر دیا۔ چند ہی دن گزے تھے کہ سہارنپور

کے مشہور رئیس نواب شائستہ خاں نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے دس روپے ماہوار پر آپ کو بلایا۔ وہاں آپ نے چھ ماہ تک نوکری کی اس کے بعد حضرت کا تجارت کتب کرنا تو معلوم نہیں ہوا۔ مگر ہدایت الشیعہ کے شروع میں حضرت نے جو عبارت لکھی ہے وہ یہ ہے۔

پندرہ صاحبزادوں کو دیکھ کر فریاد فرمائی کہ کچھ چنڈا
علم نہیں رکھتا مگر محبت علماء اہل حق سے بہرہ ور رہا ہے اور مسکا بیدار
باطل شیعہ سے بخوبی واقف ہوا۔

اسی طرح متعدد کتابوں کی تقریظوں میں اپنے آپ کو کتب فروش لکھا ہے۔
مستقل تجارت کرنا حضرت کا مجھے نہیں معلوم مگر میرے والد صاحب حضرت کے خادم
خاص اور کاتب کتابوں کی تجارت کرتے تھے اور غالباً اس میں حضرت لگے ہو ہی کا بھی،
کچھ حصہ رہا ہو گا۔

اعلیٰ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائیں مطبع احمدی میرٹھ میں ملازمت
کی جو ان کے استاد مولانا احمد علی صاحب نے قائم کیا تھا اس میں تصبیح کتب کی ملازمت
کی اور اسی اثناء میں دارالعلوم کی بنیاد پڑ گئی آپ اس کی خبر گیری کرتے رہے اور
پھر دارالعلوم کے کاموں میں ایسے مشغول ہو گئے کہ میرٹھ کا کام چھوٹ گیا مگر دارالعلوم
سے کبھی تنخواہ نہیں ملی جیسا کہ سوانح قاسمی ص ۵۳ میں ہے۔ اس کے بعد حضرت سہارنپور
حضرت شیخ الحدیث اور حضرت تھانوی نور اللہ تعالیٰ مراد میں نے ابتداء میں مدرسہ کی اور
پھر اخیر میں سب نے چھوڑ دی۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ گواخیر تک تنخواہ لیتے رہے مگر حضرت کا دسترخوان
استعداد وسیع تھا اور خفیہ داد و دہش بھی استعداد وسیع تھی کہ تنخواہ بالا بالاسی نہ ملتی
جس کی تھی۔

میرٹھ چچا جان مولانا محمد الیاس صاحب نے ابتداء سہارنپور میں ملازمت
کی اور اس کے بعد دہلی چلے گئے، ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کئی دفعہ تجارت شروع

کر چکا ہوں اور میوات والوں کے ساتھ کئی دفعہ بکریاں خرید چکا ہوں مگر سوہنے سے پہلے پہلے مر جاتی ہیں، مجبوراً اچھوڑ دیا۔

خود سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بھی چند قیراطوں پر بکرہ والوں کی بکریاں چرائی تھیں اور نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال میں تجارت بھی کی لیکن نبوت کے بعد نہیں کی۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں دس برس تک اجرت پر چرائیں جیسا کہ درمنثور ص ۱۲۴ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھ اور دس برس میں سے کونسی مدت بھری کی تو آپ نے جواب دیا جو زیادہ اچھوڑا اور زیادہ پوری یعنی دس سال تھی۔

بکریاں دس برس تک اجرت پر چرائیں جیسا کہ درمنثور ص ۱۲۴ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹھ اور دس برس میں سے کونسی مدت بھری کی تو آپ نے جواب دیا جو زیادہ اچھوڑا اور زیادہ پوری یعنی دس سال تھی۔

کمائی کے ذرائع اور ان میں افضل کا بیان

کمائی کے ذرائع اور ان میں جو افضل ہے اس کی تعیین میں سلف میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تجارت افضل ہے۔ اور ابو الحسن ماوردی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ زراعت افضل ہے، امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کمانا افضل ہے اور اس میں زراعت کو بھی شامل کیا ہے۔ صاحب بحر فرماتے ہیں کہ ہمارے فقہاء (احناف) کے نزدیک جہاد کے بعد کمائی کا سب سے افضل طریقہ تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صنعت و حرفت ہے۔ میرے نزدیک کمائی کے ذرائع تین ہیں۔ تجارت، زراعت اور اجارہ، اور ہر ایک کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث ہیں بعض حضرات نے صنعت و حرفت کو بھی اس میں شامل کیا ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔ میرے نزدیک وہ ذرائع کمائی میں نہیں۔ اسباب آمدنی میں ہے اور آمدنی کے اسباب بہت سے ہیں ہرہبہ ہے، میراث ہے، صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جنہوں نے اس کو کمائی کے اسباب میں شمار کیا میرے نزدیک صحیح نہیں۔ اس لئے کہ زراعت و صنعت و حرفت کمائی نہیں ہے کیونکہ اگر ایک شخص کو جوتے بنانے کتے ہیں یا جوتے بنانے کا پیشہ کرتا ہے وہ جوتے بنا کر کوٹھی بھر لے اس سے کیا آمدنی ہوگی، یا تو اس کو بیچے گا۔ یا کسی کا نوکر ہو کر اس کا بنائے یہ دونوں طریقے تجارت یا اجارہ میں آگئے اور اس سے زیادہ قبیح جہاد کو کمائی کے اسباب میں شمار کرنا ہے۔ اس لئے کہ جہاد میں اگر کمائی کی نیت ہوگئی تو جہاد ہی باطل ہوگیا، حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جہاد علیہ والہ وسلم کوئی جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اس کے ساتھ دنیوی مال و منال کا بھی طالب ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ

اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا۔ (رواہ ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انہی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے جہاد کرتا ہے دوسرا شہرت کے لئے جہاد کرتا ہے تیسرا اپنی بہادری دکھانے کے لئے، کون شخص واقعی مجاہد ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اعلان کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کرے وہی حقیقی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے عرض کیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو شہرت اور غنیمت کے لئے جہاد کرتا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی نفع نہیں، سائل نے تین دفعہ پوچھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم بھی یہی فرماتے رہے کہ اس کو کوئی نفع نہیں، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو بالکل خالص ہو اور صرف اسی کی خوشنودی کے لئے کیا گیا ہو۔ (رواہ ابوداؤد، والنسائی)

میں پہلے لکھ چکا کہ میرے نزدیک تجارت افضل ہے وہ بحیثیت پیشہ کے ہے اس لئے کہ تجارت میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، تعلیم و تعلم، تبلیغ، افتاء وغیرہ کی خدمت بھی کر سکتا ہے، لہذا اگر اجارہ دہنی کاموں کے لئے ہو تو وہ تجارت سے بھی افضل ہے اس لئے کہ وہ واقعی دین کا کام ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہی کام مقصود ہو اور تنخواہ بدرجہ مجبوری ہے میرے اکابر دیوبند کا زیادہ معاملہ اسی کا رہا اور اس کا تدارک اس پر ہے کہ کام کو اصل سمجھے اور تنخواہ کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اسی لئے کسی جگہ پر اگر کوئی دینی کام کر رہا ہو۔ تدلیس، افتار کا وغیرہ وغیرہ اور اس سے زیادہ کسی دوسرے مدرسہ میں زیادہ تنخواہ ملے تو پہلی جگہ کو محض کثرت تنخواہ کی وجہ سے نہ چھوڑے۔ میں نے اپنے جملہ اکابر کا یہ معمول بہت اہتمام سے ہمیشہ دیکھا جس کو آپ بیتی میں لکھا اچھا کہ انہوں نے اپنی تنخواہوں کو ہمیشہ اپنی

حیثیت سے زیادہ سمجھا۔ حضرت اقدس سیدی و مرشدی حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق لکھا جا چکا ہوں۔ میرے حضرت کی آخری تنخواہ مظاہر علوم میں چالیس تھی اور حضرت شیخ الہندؒ کی آخری تنخواہ دارالعلوم میں پچاس روپے تھی ان دونوں کے متعلق جب بھی ممبران اور سرپرستان کی طرف سے ترقی تجویز ہوئی تو دونوں حضرات اپنی اپنی جگہ یہ کہہ کر ترقی سے انکار کر دیا کرتے تھے کہ ہماری حیثیت سے یہ بھی زیادہ ہے، دونوں مدرسوں میں جب مدرس دوم کی تنخواہیں ان کی تنخواہ کے برابر پہنچ گئیں تو ممبران نے یہ کہہ کر کتاب ماتحت مدرسوں کی تنخواہیں صدر مدرس کی تنخواہ سے زیادہ نہیں ہو سکتیں۔ آپ کے انکار سے ان کی ترقیات رک جا دیں گی اس پر مجبوراً ہر دو اکابر نے اپنی اپنی ترقی قبول کی۔

میرے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ جب ایک سالہ قیام حجاز کے بعد آخر سال ۱۳۲۷ھ میں مظاہر علوم واپس تشریف لائے تو میرے والد حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب نور اللہ مرقدہ کا شروع ذیقعدہ میں انتقال ہو چکا تھا اور حضرت کو اطلاع تارکبئی میں مل چکا تھا۔ حضرت نے مدرسہ سے تنخواہ لینے سے یہ تحریر فرما کر انکار فرما دیا تھا کہ میں اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کا کام پورا نہیں کر سکتا لیکن اب تک مولانا محمد عیسیٰ صاحب میری نیابت میں دوہرے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے، وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں ملکر ایک مدرس سے زیادہ کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کی تعلیم کا پورا کام بخود ہی نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے معذور ہوں، اس پر حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں۔ حضرت رائے پوری نے لکھا کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو سخت ضرورت ہے۔ آپ کے وجود سے مدرسہ کا سارا نظام باحسن وجوہ قائم ہے اس لئے آپ کو مدرسہ اب تعلیم کی تنخواہ نہیں دے گا مدرسہ نانم مدرسہ کی تنخواہ نے گیارہ حضرت کے مدرسہ میں تشریف نہ رکھنے سے مدرسہ کا سمیت نقصان ہے۔ حضرت

تھانوی نور اللہ مرقدہ نے حضرت رائی پوری کی تائید فرمائی اس وقت حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں تھے۔ یہی تینوں حضرات سرپرست تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے متعلق آپ بیتی ص ۱۰ پر لکھواچکا ہوں کہ ایک رئیس مولوی اسماعیل جو علی گڑھ کے رئیس تھے ان کو حدیث پڑھنے کا شوق ہوا تو حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں لکھا کہ کسی علم کو جو حضرت کے نزدیک قابل اعتماد ہو علی گڑھ بھیج دیا جائے تاکہ میں ان سے حدیث پڑھوں۔ جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا کہ کسی اور عالم کو فرصت کہاں جو آپ کے پاس جانے پر راضی ہو سکے۔ البتہ ایک بیچارہ خودیہ فقیر ہے حکم ہو تو بندہ ہی حاضر ہو کر آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کرے۔ مولوی اسماعیل کے لئے تو یہ نوید جانفزاسم تھی کہ خود حضرت نانوتویؒ پڑھانے پر آمادہ ہو گئے ہیں کہتے ہیں کہ صرف ان کو پڑھانے کے لئے حضرت نے علی گڑھ میں قیام فرمایا اور مولوی اسماعیل جو کتا ہیں پڑھنا چاہتے تھے ان کو پڑھا کر آپ علی گڑھ سے واپس تشریف لے گئے۔ نواب صاحب اس وقت کے ساتھ تنخواہ کی کمی بیشی کا بھی ذکر کرتے تھے تنخواہ کا مسئلہ جب پیش ہوا تو مولوی اسماعیل نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت والا جو فرمائیں گے وہی رقم خدمت میں پیش کی جائے گی۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جب تنگ میں نہ تھارے یہاں ہوں ماحوار پندرہ روپے مجھے دیدینا تاکہ گھر بھیج دو اس قلیل رقم کو سن کر مولوی اسماعیل شرمندہ تھے لیکن چونکہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ مسئلہ بجائے تمہارے فیصلہ کے میری رائے کے تابع رہے گا۔ اس لئے خاموش ہو گئے۔ کبھی مہینے حسب وعدہ پندرہ کی رقم پیش کرتے رہے اسی عرصہ میں مولوی اسماعیل صاحب ایک دن جب پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ میاں اسماعیل جو رقم اب تنگ تم دیتے تھے اس پر نظر ثانی کی ضرورت بیش آگئی وہ خوش ہوئے کہ شاید کچھ اضافہ کی منظوری عطا فرمائی جائے گی۔ لیکن جب ان سے حضرت نے یہ فرمایا کہ بھائی پندرہ جو تم دیتے تھے ان میں دس تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو دیا کرتا تھا اور پانچ روپے والدہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا کل خط آیا ہے کہ والدہ صاحبہ

کا انتقال ہو گیا ہے اس لئے اس پانچ روپے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی اس لئے آئندہ بجائے پندرہ کے دس روپے دیا کرنا۔ مولوی اسماعیل یہ سن کر حیران تھے کہتے جاتے تھے کہ حضرت مجھ پر کوئی بار نہیں۔ لیکن حضرت کی طرف سے اصرار تھا کہ غیر ضروری روپے کا بار اپنے سر کیوں لوں آخر بات دس ہی روپے والی طے ہو گئی لیکن قاری طیب صاحب نے جنہوں نے یہ فقہ براہ راست نواب صدر یار جنگ سے سنا ہے ان کو اس فقہ کے آخری جز کے متعلق اشتباہ ہے۔ حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ تصحیح کتب کے سوا درس و تدریس پر کبھی معاوضہ نہیں لیا اس پر تمام اکابر دیوبند کا اتفاق ہے۔

آپ بیتی ۱۹۱۱ء میں ارواح مثنتہ سے نقل کیا ہے کہ مولوی امیر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ محبوبال سے مولانا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی) کی طلبی آئی اور پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ مقرر کی میں نے کہا کہ اسے قاسم، تو چلا کیوں نہیں جانا تو فرمایا کہ وہ مجھے صاحب کمال سمجھ کر بلاتے ہیں اور اس بنا پر وہ پانچ سو روپے دیتے ہیں مگر میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا پھر کس بنا پر جاؤں، میں نے بہت اصرار کیا مگر نہیں مانا۔ انتہی۔

در حقیقت میرے اکابر کے بہت سے واقعات اس کی تائید میں ہیں کہ تنخواہ کو وہ کبھی اصل یا معتد بہ چیز نہیں سمجھتے تھے۔ جیسا میں نے اوپر لکھا اور تنخواہ کو محض عطیہ الہی سمجھتے تھے جو ہم لوگوں میں بالکل مفقود ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکی بنا پر میں نے ابارہ تعلیم کو سب انواع سے افضل لکھا لیکن ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے اشکال ہے۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اہل صفہ کے چند آدمیوں کو قرآن پڑھایا تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے ایک کمان ہدیہ میں دی تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ کوئی مال نہیں ہے اور اس سے میں جہاد میں تیر چھینکوں گا (پھر بھی مجھے خیال ہوا کہ) میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے پوچھ لوں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم سے عرض کیا کہ ایک آدمی نے جس کو میں قرآن پڑھایا کرتا تھا ہدیہ میں ایک کمان دی ہے اور یہ مال ہے نہیں (کہ اُجرت علی التعلیم میں آسکے) اور اس سے جہاد میں تیر پھینکوں گا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ پسند ہے کہ آگ کا طوق پہنو تو قبول کر لو۔

(کتاب البجاریہ ابو داؤد)

اس حدیث کی بنا پر ائمہ میں تعلیم پر اُجرت لینے میں اختلاف ہو گیا، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک تعلیم پر اُجرت لینے جائز نہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں ایک امام شافعی کے ساتھ جواز کا اور دوسرا امام مالک و امام ابو حنیفہ کے ساتھ عدم جواز کا مگر حضرت حنفیہ نے بضرورت تعلیم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جواز والوں کی دلیل حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سکوت کیا اور جب دیر ہو گئی اور وہ عورت کھڑی رہی تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو رغبت نہیں ہے تو میرا نکاح ان سے کر دیجیے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی تہبند تو اس کو دے دیگا تو بغیر ازار کے رہے گا۔ لہذا کوئی اور چیز مہر میں دینے کے لئے تلاش کرو۔ اس صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تلاش کرو چاہے لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو اس صحابی نے تلاش کیا مگر کچھ نہ ملا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ اس صحابی نے عرض کیا جی ہاں! فلاں فلاں سورۃ (اور چند سورتیں گنوائیں) تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

تھے اس کا نکاح کیا بسبب اس قرآن کے جو تجھے یاد ہے۔ درمنثور کی ایک حدیث میں نقل کیا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ”میں نے تجھ سے اس کا نکاح کیا اس شرط پر کہ جو قرآن تجھے یاد ہے اس کو بھی سکھا دے“ اور مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۵ میں فاتحہ الکتاب سے جھاڑنے پر اجرت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے باطل جھاڑ پھونک پر کھایا اس نے بُرا کیا تم نے تو حق جھاڑ پھونک پر کھایا۔ ایک دوسری حدیث میں اسی قصہ میں آیا ہے کہ ”سب سے زیادہ مستحق اجرت کی کتاب اللہ ہے“ اس کے حاشیہ میں لمعات میں نقل کیا ہے۔

”اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن سے جھاڑ پھونک کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور یہی حکم قرآن کے پڑھانے پر اور کتابت پر اجرت لینے کا ہے۔ اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ الخ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۵۵)۔

اس مسئلہ کی پوری بحث بذل الجہود کتاب الاجارۃ کتاب النکاح اور کتاب الطب میں ہے اور اوجز المسائل کتاب النکاح میں بھی بہت طویل بحث کی گئی ہے جو علماء سے تعلق رکھتی ہے۔ لامع الدراری جلد ثانی کتاب الاجارات میں بھی اس کی بہت تفصیل ہے۔

بندہ کہ یہ رائے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں تو کل اور زہر بہت بڑھا ہوا تھا جس کی کچھ مثالیں پہلے گزر چکیں۔ دینداروں میں عطا یا کا اور بیت المال کا سلسلہ بھی چل رہا تھا اس لئے اس زمانہ میں اجرت کی قیمت سے کچھ نقصان نہیں تھا۔ متاخرین کے زمانہ میں بیت المال کا سلسلہ نہیں رہا۔ اور لوگوں میں علی العموم زہر تو کل بھی مفقود ہو گیا۔ اس لئے بغیر اجرت کے دینی کام کا کرنا بہت مشکل ہو گیا چنانچہ مجموعہ رسائل ابن ہادی بن کے ساتویں رسالہ شفا العلیل میں میرے اس خیال کی تائید ملتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

”نکھربن الفضل نے فرمایا کہ متقدمین نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو اس وجہ سے بُرا سمجھا کہ اس زمانہ میں بیت المال سے عطایا ملتے تھے اور لوگوں کی رغبت بھی دینی امور میں ہوتی تھی اور اب ہمارے زمانہ میں یہ بات نہیں رہی“ ص ۸۸

بلکہ میرا تو کئی سال سے یہ معمول ہے کہ اہل مدارس کو مشورہ دیتا ہوں کہ بغیر تنخواہ کے مدرس نہ رکھا جائے اور اپنا ذاتی تجربہ اپنے مدرسہ کا یہ ہے کہ ابتدا میں میں نے مظاہر علوم میں معین المدرسی کا درجہ شروع کیا تھا جس کو ایک دو، سبق مدرسہ کے اور لقیہ اوقات میں اپنا کوئی تجارتی کام کرنے کا مشورہ دیتا تھا مگر ایک ہی سال بعد ان کی توجہ پڑھانے کی طرف کم ہو گئی اور تجارتی کام میں لگ گئے اور شدہ شدہ دینی کام چھوٹ گیا اور بے تنخواہ مدرس جس بے توجہی سے کام کرتے ہیں۔ تنخواہ دار نہیں کرتے اور اسلاف کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ تعلیمی کام کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت وغیرہ بھی کرتے تھے تو ان پر ہمیں اپنے آپ کو قیاس نہیں کرنا چاہیے ان کا توکل اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بقدر ضرورت دنیا میں مشغول ہونا ان کو دینی کام سے چٹا کر دنیا میں منہمک نہیں کر دیتا تھا بلکہ وہ تجارت کو دینی تعلیم کے تابع رکھتے تھے اور محض رزق کفاف کے لئے تجارت کرتے تھے لیکن اس زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر دینی تعلیم و تدریس کے ساتھ تجارت وغیرہ کمائی کے ذرائع بھی شروع کر دیئے جائیں تو اپنی دینی کمزوری اور توکل کی کمی کی وجہ سے ساری توجہ دنیا کی طرف ہوجاتی ہے۔ اور تعلیم و تدریس سے طبیعت بالکل علیحدہ ہوجاتی ہے یہی تجربہ تلخ کیوجہ سے میں نے ہمیشہ مدارس میں صنعت و حرفت کو داخل کرنے سے اعتدال کیا کہ جو کچھ دل چاہے دلی سے یہ طلبہ و مدرسین تعلیمی کام کر رہے ہیں صنعت و حرفت کے آجانے کے بعد بالکل ہی ہاتھ سے جاتے رہیں گے اسی لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔

کارپا کاں راقی اس از خود مگیر
گر چہ باشد در نوشتن شیر و شیر

جب تک آدمی ان حضرات کے برابر زہد و توکل حاصل نہ کر لے محض اُوپر سے دیکھ کر ان کے کاموں کو نہ اختیار کرے ہاں جب اس مرتبہ تک پہنچ جائے اور اپنے اوپر اتنا اعتماد ہو جائے کہ دونوں کاموں کو نہاہ سکے تو یہ یقیناً بہتر ہے۔ اسی واسطے پہلے اکابر کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے ابتداء میں سہارنپور میں بس روپے تنخواہ پر بچوں کو پڑھانے کے لئے ملازمت کی اور حضرت نانوتویؒ کے متعلق بھی گندڑ چکا کہ کچھ دنوں حدیث پڑھانے پر اور تصحیح کتب پر تنخواہ لی اور حضرت تھانویؒ کا قصہ مشہور ہے ابتداء میں کانپور میں ملازمت کی اور بعد میں حضرت گنگوہیؒ سے خط و کتابت سے مشورہ کیا کہ میں ملازمت چھوڑنا چاہتا ہوں حضرت تھانویؒ نے تین مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کو خطوط لکھے اور حضرت گنگوہیؒ نے تینوں دفعہ ملازمت چھوڑنے کی ممانعت فرمادی اور چوتھی دفعہ حضرت تھانویؒ نے ملازمت چھوڑ کر تھانہ بھون اگر خط لکھا کہ حضرت میں ملازمت چھوڑ کر آگیا تو حضرت گنگوہیؒ نے بہت اظہار مسرت کیا اور بہت دعائیں دیں اور تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ روزی سے پریشان نہیں ہو گے، میرے والد صاحب چونکہ حضرت گنگوہیؒ کے خطوط لکھا کرتے تھے حضرت سے عرض کیا کہ تین دفعہ اُنہوں نے اجازت مانگی اور آپ نے منع کر دیا اور اب ملازمت چھوڑنے پر دعائیں دیں تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مشورہ وہ کیا کرتا ہے جس کے دل میں ڈگڈگا ہوا اور جب پختہ ہو جائے تو مشورہ نہیں کرتا۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مجالس حکیم الامتہ ص ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ ترک ملازمت کانپور کے بعد خانقاہ تھانہ بھون میں متوکلاً نہ قیام فرمایا تو اس وقت ضروریات خانگی کے لئے ڈیرہ سو روپے قرض ہو گیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات ہو چکی تھی ان کے بعد حضرت حکیم الامتہؒ حضرت گنگوہیؒ کو اپنے شیخ کا قائم مقام سمجھ کر مشکلا میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے عرض حال اور ادائے قرض کی دعا کے لئے گنگوہیؒ کو خط لکھا، جواب آیا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہے اگر رائے

ہو تو میں ان کو لکھ دوں، حضرت نے فرمایا اس جواب سے میں کشمکش میں پڑ گیا کہ اس ملازمت کو اختیار کرتا ہوں تو حضرت حاجی صاحبؒ کے ارشاد کی مخالفت ہوتی ہے اور نہیں کرتا تو حضرت گنگوہیؒ کے اس ارشاد کے باوجود قبول ذکر نائیک گو نبلے ادبی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے صحیح جواب دل میں ڈال دیا۔ میں نے لکھا کہ حقیر! میری عزت تو اس خط سے صرف دعائی کسی ملازمت یا ذریعہ معاش کی طلب مقصود نہ تھی کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ کانپور کی ملازمت چھوڑ دو تو پھر کوئی دوسری ملازمت اختیار نہ کرنا۔ اب میں حضرت کو ہی حضرت حاجی صاحبؒ کے قائم مقام سمجھتا ہوں اگر اس پر بھی ملازمت اختیار کرنے کا حکم ہو تو میں اس کو بھی حاجی صاحبؒ ہی کا حکم سمجھوں گا اور پہلے حکم کا نسخہ قرار دیکر ملازمت اختیار کر لوں گا۔ اس پر حضرت گنگوہیؒ کا جواب آیا کہ اب آپ کوئی ملازمت نہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ پریشانی نہیں ہوگی۔

اسی مجالس حکیم الامتہ رحمہ اللہ پر حضرت نانوتوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے متعلق

لکھا ہے کہ۔

حضرت مدوح کے علمی اور عملی کمالات سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ معاشی ضرورت کا احساس ہوا تو مطبع مجتبائی دہلی میں کتابوں کی تصحیح کے لئے ملازمت اختیار کر لی، کل دس روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ ایک مرتبہ اس سے بھی جی گھبرایا تو اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے مشورہ کیا کہ یہ تنخواہ لینا بھی چھوڑ دیں اور جو کام بھی کریں جو اللہ تعالیٰ بے تنخواہ کریں۔ حضرت حاجی صاحب امام وقت تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ ترک مشاہرہ کے لئے مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں، مشورہ دلیل تردد ہے اور تردد کی حالت میں ترک اسباب موجب پریشانی ہوتا ہے۔ ترک اسباب تو اس وقت بعدا ہوتا ہے جب آدمی مغلوب الحال ہو جاوے۔

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب خود متوکل تھے فقر و فاقہ کے سخت مراحل سے گزرے ہوئے تھے مگر اپنے مریدین کے لئے اس کا اہتمام فرماتے تھے کہ وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔

اور مکتوبات امدادیہ میں صلا مکتوب ملا میں حضرت حاجی صاحب نے خود حضرت مخاویؒ کو لکھا ہے۔

ترک تعلق مصلحت نیست زیرا کہ این امر بخیر تجرد و نہ زبرد عیال را مضطر گذاشتن قرین ناعاقبت اندیشی است اور بد بھی ندارد، بخلق اللہ فیض دینی رسانیدن راہ اقرب وصول الی اللہ است و گاہے گاہے، بخد مت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب رفتہ باشند و احوال بسیمع مبارک ایشان رسانیدن نافع خواهد شد انشاء اللہ تعالیٰ۔

حجید۔ اسباب سے تعلق کو ختم کر دینا مصلحت کی بات نہیں اس لئے کہ یہ بات سوائے تجربہ کی حالت کے اور کسی حالت میں اچھی نہیں لگتی، اہل و عیال کو معاش کے معاملہ میں مضطرب اور پریشان چھوڑ دینا ناعاقبت اندیشی کی بات ہے اور کوئی فائدہ نہیں مخلوق خدا کو دینی فائدہ پہنچانا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راستہ ہے۔ اور کبھی کبھی عزیزم مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں بھی جاتے رہیں۔ اور اپنے احوال ان کے سمع مبارک تک پہنچانا بھی انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہو گا، اس پر حضرت مخاویؒ نے فائدہ کے تحت فرمایا ہے۔

یعنی جس شخص کے نفس میں مجاہدہ و ریاضت سے پوری قوت توکل کی پیدا نہ ہوئی ہو وہ ظاہری اسباب معیشت کو ترک نہ کرے ورنہ نفس کو تشویش و بدگمانی قضائے الہی کے سامنے پیدا ہوگی اور تشویش میں کوئی کام درست نہیں ہوتا، بالخصوص باطن کا کام جس میں سراسر جمعیت کی ضرورت ہے۔ البتہ جس وقت قلب میں قوت کا اعتما علی الحق پیدا ہو جائے تو ترک اسباب جائز ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جلدی نہ کرے جب تک پورے طور سے اس صفت میں اپنا امتحان نہ کرے اور شیخ کی بھی اجازت

نہ ہو جائے۔ اَللّٰہُمَّ

اس ملازمت کے بعد تجارت افضل ہے۔ اس لئے کہ تاجر اپنے اوقات کا حاکم ہوتا ہے وہ تجارت کے ساتھ دوسرے دینی کام تعلیم، تدریس، تبلیغ وغیرہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تجارت کی فضیلت میں مختلف آیات و احادیث ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرٍ لَهُمُ
الْجَنَّةِ۔ خدائے مومنوں سے ان کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے عوض میں اُن کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔

اور بھی بہت سی آیات تجارت کی فضیلت میں ہیں ان کے علاوہ احادیث میں ہے۔

التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ
الْقَبْتِ وَالصَّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءَ
(رواہ الترمذی، ترمذی)

نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔
ان الطیب بالکسب کسب التجار
الذین اذا حدثوا لم یكذبوا واذا
اتموا لم یخونوا واذا وعدوا لم
یخلفوا واذا اشتروا لم یذموا واذا
باعوا لم یمدحوا واذا کان علیہم
لم یطلبوا واذا کان علیہم لم یعسروا
(ترمذی ص ۳۶)

اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ لگانا ہو تو مثال

مثول نہیں کرتے اور اگر خود ان کا کسی کے
ذمہ نکلنا ہو تو وصول کرنے میں تنگ نہیں
کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر حقیقت
میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
الہ وسلم نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار
باتیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک ہو جاتی
ہے۔ جب خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ
کرے اور بیچے تو (اپنی چیز کی بہت زیادہ)
تعریف نہ کرے۔ اور بیچنے میں گڑ بڑ نہ کرے
اور خرید و فروخت میں قسم نہ کھائے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ خرید و فروخت
کرنے والے کو (بیع توڑنے کا) حق ہے
جب تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ اگر بائع
و مشتری سچ بولیں اور مال اور قیمت

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ والہ وسلم التاجر الصدق
تحت ظل العرش يوم القيامة۔

رواہ الامامان فی وغیرہ، ترغیب متین
عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ والہ وسلم قال ان التاجر
اذا كان فيه اربع خصال طاب
كسبه اذا اشتري لم يذم واذا
باع لم يمدح ولم يدلس في البيع
ولم يحلف فيما بين ذلك۔

(رواہ الامامان فی الايضاح وغیرہ جدا)

(ترغیب متین)

وعن حکیم بن حزام رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال البیعان
بالخیار مالہم یتفرقا۔ فان صدقا
البیعان ومینا بودک لهما فی بیعہما
وان کتما وکذبا فعسی ان یرجعا

رجاویہ محتاب رکۃ بیعہما۔ کے عیب اور کمرے کھولے ہونے کو بیان
(رداء البغاری) و مسلم (و تو غیب لا شیئ) کر دیں تو ان کے بیع میں برکت ہوتی ہے
اور اگر عیب کو چھپالیں اور جھوٹ اوصاف بتا دیں تو شاید کچھ نفع کمالیں (لیکن بیع
کی برکت ختم کر دیتے ہیں۔

واخرج سعید بن منصور فی سننہ عن نعیم بن عبد الرحمن
امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نعیم بن عبد الرحمن اور یحییٰ بن جابر سے
الازدی و یحییٰ بن جابر الطائفی مرسلًا نقل کی ہے۔ نو حصے رزق تجارت
مرسلًا قال المنادی رجالة ثقات میں ہے اور ایک حصہ جانوروں کی پرورش
تسعة اعشار الرزق فی التجارة و العشر فی المواشی یعنی انتاج۔
والترايب الادارية ص ۶

واخرج الديلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ تمہیں تاجروں کے ساتھ
بالتجار خیروا فانعم بوجہ الآفاق خیر کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ
وامناء اللہ فی الارض۔ یہ لوگ ڈالکے اور زمین میں اللہ تعالیٰ
کے امین ہیں۔
(الترايب الادارية ص ۶)

وفی العتبیہ قال مالک عقیل و فی العتبیہ قال مالک عقیل
عمرو بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عتبہ میں ہے کہ حضرت امام مالک نے
علیکم بالتجارة لا تفتنکم هذه کو ضروری سمجھو، یہ سرخ لوگ گھبی
الحمراء علی دنیاکم۔ غلام، تمہاری دنیا پر امتحان نہ جانیج
(الترايب العامة ص ۶)

فائدہ کہ حضرت امام اشہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قریش کے لوگ تجارت
کرتے تھے اور عرب لوگ تجارت کو حقیر سمجھتے تھے۔ اور سرخ لوگوں سے مراد غبی غلام

تھے جو عموماً سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔

اور المدخل ابن حاج میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ بازار میں تشریف لائے تو دیکھا کہ عموماً تجارت کرنے والے باہر سے آئے ہوئے اور عوام الناس ہیں۔ یہ دیکھ کر غمگین ہوئے اور جب خاص خاص لوگ جمع ہوئے تو ان سے حضرت عمرؓ نے یہ بات بیان کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مال غنیمت کی وجہ سے تجارت کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو تمہارے مردان کے مردوں کے اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کے محتاج ہو جائیں گے۔

علامہ عبدالحی کتانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی فراست اس اُمت کے بارے میں بالکل سچی ہوئی کیونکہ جب اس اُمت نے مشروع طریقہ سے تجارت کو چھوڑ دیا تو اس کو غیروں نے اختیار کر لیا اور اُمت مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہو گئی۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں تک میں دوسروں کے محتاج ہو گئے۔
(التراقیب الاداریہ ص ۱۱۱)

اسی کتاب میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ترمذی نے ایک مستقل باب تبکیر بالتجارة کا باندھا ہے یعنی علی الصباح تجارة شروع کرنا۔ اور اسی باب میں حضرت مخدومؒ کی حدیث نقل فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اللہم بارک لاعتقانی بکودھا، دے اللہ میری اُمت کے صبح بچے کام کرنے میں برکت دے اور حضرت مخدومؒ نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی لشکر بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے، اور یہ حضرت مخدوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے اور جب اپنے ملازموں کو تجارت کے لئے بھیجتے تو صبح ہی کو بھیجتے۔ چنانچہ خوب نفع ہوا۔ اور مال بہت بڑھا۔

عن سعد بن حویش رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن حویش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

اللہ صلّے اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من باع عقداً اوداراً ولم یجعل تمنحاً فی مثلہ عالم یبارک لہ۔ کو اسی جیسی کسی دوسری چیز میں نہیں لگایا تو اس کے لئے برکت نہیں۔
(ابن ماجہ، الترتیب اللہ ادیۃ ص ۱۴)

صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجارت معروف تھی۔ اصابہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت ایک تاجر کے معروف آدمی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بعثت کے وقت ان کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے ان میں سے غلام آزاد کرتے تھے، مسلمانوں کی خبر گیری کرتے تھے یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ آئے تو صرف پانچ ہزار درہم باقی رہ گئے تھے، اور موت کے وقت کچھ نہیں چھوڑا اور تاریخ ابن عساکر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی موجودگی ہی میں شہر بصری تجارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا شوق اور تعلق خصوصی بھی سفر تجارت سے مانع نہ ہوا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بنائے گئے تو دو روز دن صبح کو تجارت کی غرض سے سر پر کپڑے اٹھائے ہوئے بازار کی طرف نکلے، اس موقع پر حضرت عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کام کیسے کرو گے حالانکہ مسلمانوں کے معاملات کی ذمہ داری آپ پر ڈال دی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا پھر میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے روزانہ مقرر کر دیں گے، لہذا انہوں نے ایک بکری کی قیمت کا کچھ حصہ مقرر کر دیا۔ ابن زکریٰ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو مصالح مسلمین میں مشغول ہو مثلاً قاضی، مفتی، مدرس، ان کا بھی یہی معاملہ ہونا چاہئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تجارت کرتے تھے۔ بعض احادیث جو انہیں نہ معلوم ہو سکیں ان کے بارے میں انہوں نے خود فرمایا۔ العالی الصنف

فی الاسواق۔ (مجھے بازار کے کاروبار نے مشغول رکھا جس کی وجہ سے بعض باتیں معلوم نہ ہو سکیں) متعدد محدثین نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی موقع ایسا نہیں جس میں مجھے موت آجانا اس سے زیادہ محبوب ہو کہ میں اپنی محنت اور کوشش سے روزی طلب کر رہا ہوں، یعنی اس موقع پر موت آجانا جہاد کے علاوہ تمام مواقع سے بہتر ہے اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ **فَاَخْرُوجْ لِيُقْرَبُ لَكَ فِي الْاَذْنِ يَنْشَعُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔**

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے۔ ان کا تاجر ہونا تو بہت زیادہ مشہور ہے، زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں تاجر رہے (ابن بطخشا من التراتیب الاداریہ) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے جب چہزہ کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ پیش کئے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر اپنی آستین میں ایک ہزار دینار (اشرفی) لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے ان کو اپنی گود میں لٹٹے پلٹے ہوئے یہ فرمایا۔ آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہ دے گا۔ دوسرے ایسا ہی فرمایا۔ دوسری جگہ ص ۳۳ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے۔

تراتیب الاداریہ میں تاجرین کی فہرست میں حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی بھی لکھا ہے۔ ان کا تاجر ہونا اور شام کی طرف ساجھے پر تجارت کے لئے مال دیکر لوگوں کو بھیجنا معروف و مشہور ہے۔ انہوں نے اپنے غلام میسرہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو بھی مال دیکر تجارت کے لئے بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ دوسروں کو جو نفع کا حصہ دیتی ہوں، آپ کو اس کا دو گنا دوں گی، آپ شام تشریف لے گئے اور بصری شہر کے بازار میں ان کا مال فروخت فرمایا۔ اور دوسرا مال خرید کر واپس تشریف لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کو دو گنا نفع ہوا جتنا اور لوگوں کی تجارت سے ہوتا تھا۔ پھر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اس کا بھی دو گنا دیا جتنا لے لیا تھا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ بھی تاجر تھے ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے تجارت میں بہت زیادہ کمایا تو فرمایا کہ میں نے کبھی عجیب دار چیز نہیں خریدی، اور نفع کا کبھی ارادہ نہیں کیا اور اللہ جسکو چاہے برکت دے، ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کے ہزار غلام تھے جو روزانہ ان کی خدمت میں کمائی کا ایک مقررہ حصہ پیش کرتے تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تاجر تھے صحیح بخاری میں حضرت عبد الرحمنؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع انصاری کے درمیان بھائی چارہ (مواخاتہ) کرادی۔ سعد بن ربیع نے کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مال والا ہوں۔ لہذا میں اپنا آدھا مال تم کو دیدیتا ہوں۔ اور میری دو بیویاں ہیں تمہاری وجہ سے ان میں سے ایک جس کو تم چاہو طلاق دیدیتا ہوں جب اس کی عدت گذر جائے تو تم نکاح کر لینا میں نے کہا بارک اللہ رک فی اہلک و مالک۔ (اللہ تعالیٰ تمہارا اہل اور مال میں برکت دے) اس پیشکش کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو بازار کا راستہ بتا دو جہاں کاروبار ہوتا ہو چنانچہ بنو قینقاع کا بازار بتا دیا گیا۔ وہاں انہوں نے پہلے ہی دن تجارت کی اور اسی دن نفع میں بہت سا پھیر اور گئی بچا کر لے گئے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی کیا۔ مھوڑا ہی سادقت گذرا تھا کہ انہوں نے شادی بھی کر لی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے رات کے کپڑوں پر ذرا سا پیلے رنگ کا اثر تھا رجو بیوی کے کپڑے سے لگ گیا تھا) آپ نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ فرمایا تم نے مہر میں اس کو کیا دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری ہو۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مال دیا کہ جس عورت سے نکاح کیا تھا اس کو مرض الموت میں جب طلاق

دی تو بطور مصالحت کل مال کے آٹھویں حصہ کا ۱۱ اس کو دیا تو ۸۳ ہزار سقاہ

(تراثیب الاعادیۃ ص ۲۷)

اپنے کثیر المال ہونے کے باعث فیاض بھی بہت تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ ان کے بیٹے ابوسلمہ سے کہا کہ اللہ تیرے باپ کو جنت کی سبیل سے میرا بکرے اور وہ اس دعا دیے کی یہ تھی کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو ایک باغ دیا تھا جو بعد میں چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔

(مشکوٰۃ ص ۵۷)

تراثیب الاداریہ میں حضرت سعد بن عائد مؤذن کی تجارت کا بھی ذکر ہے۔ یہ حضرت عمار بن یاسر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اصحاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ قرطی تجارت کرتے تھے۔ یہ ایک خاص قسم کے پتے تھے جن سے کچی کھالوں کو رنگا جاتا تھا اسی تجارت کی وجہ سے ان کا لقب سعد القرظ پڑ گیا تھا، امام بغوی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں اپنی تنگدستی کی شکایت کی آپ نے ان کو تجارت کا حکم فرمایا چنانچہ وہ بازار گئے اور مقوی سی قرظ خریدی پھر اسے فروخت کیا جس میں نفع ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے حکم دیا کہ اسی کا دوبارہ کرتے رہو۔

نیز تراثیب الاداریہ میں ابو معلق انصاریؓ کا تذکرہ بھی تاجروں کی فہرست میں کیا ہے۔ وہ اپنا مال اندو سروں کا مال لے کر تجارت کرتے تھے اور دور دراز ملکوں میں سفر کرتے تھے اور اس کے باوجود عبادت گزار اور مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور حضرت سفیان بن عیینہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہؓ کی روزانہ کی آمدنی ایک ہزار وافیہ تھی اور ایک وافیہ ایک دینار کے ہوزن ہوتا ہے۔ (التراثیب الاعادیۃ ص ۲۷)

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا پھر تاہے اور انصار وہاں پر

اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازار کی مشغولی (یعنی تجارت کی) مہتی اور میں صرف پیٹ بھرائی روٹی پر (اور کبھی وہ بھی نہ ملتی تھی) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے چمٹا رہتا تھا۔ لہذا جب وہ غائب ہوتے تو تب بھی میں حاضر رہتا اور میں منجملہ مساکین اہل صفہ کے ایک مسکین تھا۔ (کوئی جائداد میری مہتی نہیں جس میں مشغولی ہوتی) اس لئے میں یاد رکھتا تھا جبکہ وہ معمول جلتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک گفتگو کے دوران فرمایا کہ جو کوئی میری اس گفتگو کے دوران اپنا کپڑا پھیلا لے اور گفتگو ختم ہونے کے بعد کپڑے کو لپیٹ لے تو وہ میری بات کو محفوظ کر لے گا۔ تو میں نے اپنی چاد بچھا دی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی بات پوری فرمائی تو اس چادر کو اپنے سینے پر چٹالیا۔ پھر کوئی بات میرے حافظہ سے نہیں نکلی۔ (بخاری مسلم)۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے جسکی تفصیل ترتیب الاداریہ میں ہے اس میں مختلف ابواب کے تحت معایہ کا مختلف انواع تجارت کا ذکر کیا ہے۔

تجارت کے بعد میرے نزدیک زراعت افضل ہے، زراعت کے متعلق حدیث میں آیا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگائے یا زراعت کرے پھر اس میں سے کوئی انسان یا پرندہ یا کوئی جانور کھلے تو یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں سے کچھ چوری ہو جائے تو وہ بھی اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸)

اور ضرورت کے اعتبار سے بھی زراعت اہم ہے کیونکہ اگر زراعت نہ کی جائے تو کھائیں گے کہاں سے۔

زراعت کی فضیلت قرآن پاک میں کئی جگہ سے آئی ہے اور بطور احسان کے اللہ جل شانہ نے کئی جگہ آسمان سے پانی برسانے کا ذکر کیا ہے تاکہ کھیتی کی جائے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ
فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ
حَبًّا مُتَرَاكِبًا۔ (الآیۃ)

اور اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی
اُتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر چیز کے
پودے اُگائے پھر ہم نے اس سے سبز چڑ
نکالی اس کے ذریعہ غلوں کے دانے نکالے

(پچ سو حق انعام)

جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں اور
کھجور کے گاجھے میں سے پھل کے گچھے، جھکے ہوئے اور باغ انگور کے اور زیتون کے
اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی، دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ
پھل لاتا ہے۔ اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے
(ترجمہ شیخ الہند)

اور اس قسم کی بہت سی آیات ہیں کہیتوں اور باغوں کے پیدا کرنے پر
جن میں احسان جمایا ہے۔ سورۃ ہود میں ارشاد ہے۔

هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَ
اسْتَعْمَرََكُمْ فِيهَا فَاسْتَنْفِذُوا مِنْهَا
تُؤْتُوا الْيَتَامَىٰ دَوْلَاتٍ قَرِيبًا مِّمَّا
ہے، قبول کرنے والا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو
اس میں، سو گناہ بخشاؤ اس سے اور بچو
کمرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک

امام ابو بکر حصص رازی نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے زمین کو آباد کرنے کا
وجوب مستنبط ہوتا ہے خواہ کہیتی سے ہو خواہ باغ لگا کر خواہ عمارتیں بنا کر۔ اور
صدقہ جاریہ کے سلسلہ میں جہاں اور کئی چیزیں وارد ہوتی ہیں ان میں یہ الفاظ بھی ہیں
”او غرس غرسا، یعنی کوئی شخص پودا لگا دے اور اس سے منتفع ہوتا رہے تو
اس سے بھی مرنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔ (التراویب الادابیۃ بحوالہ البیہیم)

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
چہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

وسلم قال ان قامت الساعة و
فی مد احدکم فسیلة فان استطاع
ان لا تقوم حتی یغرسها فلیغرسها
(الاحادیث الصحیحة ص ۱۱)
لکادے تو ایسا ضرور کرے۔

عن معاویة بن قرة قال لقی
عمر بن الخطاب ناسا من اهل الیمن
فقال من انتم ؟ فقالوا متوکلون
قال کذبتم ، ما انتم متوکلون
انما المتوکل رجل اتی حبه فی
الارض وتوکل علی الله "احد حه
الحاکم ، وابن ابی الدنیالی التوکل
والعسکری فی الامثال والذینوی
فی المجالسة (الترتیب الادبیة ص ۱۱)
حضرت معاویہ بن قرہ سے منقول ہے کہ
حضرت عمرؓ کی یمین کے چند آدمیوں سے
ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ تم کون لوگ ہو
انہوں نے جو ابدیا کہ ہم توکل کرنے والے
لوگ ہیں (یعنی کوئی کام نہیں کرتے) حضرت
عمرؓ نے فرمایا کہ تم جھوٹے سو (دعویٰ توکل
میں) حقیقت میں توکل کرنے والا تو وہ
آدمی ہے جس نے دائرہ زمین میں ڈال دیا
پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔

ان روایات پر ایک روایت سے اشکال ہوتا ہے جو حضرت ابوامامہؓ سے بخاری میں
نقل کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوامامہؓ نے کسی کے پاس ہل اور زراعت کرنے
کے کچھ آلات دیکھے تو فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنا
ہے کہ جس گھر میں بھی یہ چیز داخل ہوئی وہاں ذلت بھی داخل کر دیتی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۱۵)۔
لامع الدراری میں لکھا ہے کہ یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اس پر محمول
ہیں کہ کسی نے خراج زمین کی زراعت کی ہو اور اس کا خراج ادا کرتا ہو تو یہ بھی ذلت کی چیز
ہے یا اس میں اتنا مشغول ہو جائے کہ دین و دنیا میں ذلیل ہونا پڑے۔ اور اس کے مقابلہ
میں لکھا ہے کہ یہ تاویل بہت سے شرح نے کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ مستخرج

ابونعیم میں ہے کہ۔ الا داخلوا علی انفسہم ذلّا لا یخرج عنہم الی اللہ
القیامۃ اور اس سے مراد وہ حقوق ہیں جو حکام ان سے وصول کرتے ہیں۔ اور
کھیتی کرنا پہلے ذمیوں کے ذمہ تھا اسی واسطے معاہدہ کھیتی میں مشغول ہونے کو
اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ اخبار عن الغیبات میں سے ہے کیونکہ آج کل یہ امر مشاہدہ
کہ زیادہ تر ظلم کھیتی کرنے والوں ہی پر ہوتا ہے۔ اور امام بخاری نے دونوں حدیثوں کے
درمیان جمع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس طرح پر کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ انجام
کار ذلت ہے اور وہ اس طرح پر کہ کھیتی میں اتنا مشغول ہو جائے کہ اس کی وجہ سے جی
چیزوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے ان کو بھی ضائع کر دے یا ضائع تو نہ کرے مگر اس میں
حد سے تجاوز کر جائے اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابوامامہؓ کی حدیث اس بات پر محمول ہے
کہ آدمی خود کھیتی کرے۔ لیکن اگر اس کے پاس بہت سے مزدور ہوں جو یہ کام کرتے ہوں
تو یہ مراد نہیں۔ اور داؤدی سے نقل کیا ہے یہ اس کے لئے ہے جو دشمن (کفار) سے قریب
رہتا ہو۔ وہ اگر کھیتی میں مشغول ہو جائے گا تو دشمن اس پر غالب آجائیں گے۔

باقی اپنی زمینیں دوسرے کو دینا مزارعت کہلاتا ہے، زراعت اور چیز یہ
مزارعت اور چیز یہ۔ حاصل یہ ہے کہ قواعد شرعیہ کی رعایت ہر چیز میں بہت ضروری
ہے جیسا کہ اس بارے میں احزاب المسالک ص ۱۱۱ باب کرار الارض میں بہت لمبی بحث
کی گئی ہے۔ اور شرعی حدود کی رعایت ان ہی تینوں میں نہیں بلکہ دین کے ہر معاملہ
میں ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب
سے پہلے جی کا فیصلہ کیا جائیگا (وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے، سب سے پہلے ایک
شہید کو لایا جائیگا، اس کو تمام نعمتیں (جو اس پر کی گئیں) پہنچوائی جائیں گی وہ
پہنچان لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے مقابلہ میں تو نے کیا عمل کیا، وہ کہے
گا کہ تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے

جھوٹ بولا۔ تو نے صرف اس لئے قتال کیا تاکہ کہا جائے کہ بڑا بہادر ہے وہ کہا جا چکا
پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔
پھر دوسرا آدمی ایک عالم لایا جائیگا جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پاک
پڑھا ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ ساری نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے ان نعمتوں کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا وہ کہے گا کہ میں نے علم پڑھا اور
لوگوں کو پڑھایا اور قرآن پڑھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے۔ ہاں علم اس
واسطے پڑھا تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس واسطے پڑھا تاکہ لوگ قادی کہیں
وہ کہا جا چکا۔ پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے تو اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال
دیا جائیگا۔

پھر تیسرا شخص مالدار لایا جائیگا جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اقسام کے وافر
مقدار میں مال دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اقرار کرے گا۔
اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ان کے مقابلہ میں تو نے کیا کیا۔ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا
موقع جس میں مال کا خرچ کرنا آپ کو پسند ہو نہیں چھوڑا جس میں خرچ نہ کیا ہو اللہ
تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے۔ ہاں تو نے صرف اس واسطے کیا تاکہ کہا جائے کہ بڑا سخی ہے
تو وہ کہا جا چکا۔ پھر حکم دیا جائیگا اور اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال
دیا جائیگا (رداء مسلم، مشکوٰۃ مستفیض)

حالانکہ علم جیسی اہم چیز اور شہادت و سخاوت تینوں چیزیں بہت اہم ہیں
مگر نیت کے فساد سے جہنم میں سب سے پہلے ڈالے جائیں گے۔

بیع اور تجارت کے بارے میں باوجود ان ساری فضیلتوں کے جو اوپر گزرے
اگر سود شامل کر دیا جائے تو ٹوٹا بکھلے کس قدر سخت عذاب کا مستحق ہو جاتے۔
شہادت اور علم کی فضیلت مسلم اور کثرتی آیات و روایات ان کے فضائل میں
وارد ہوتی ہیں مگر نیت کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جانے والا سب سے پہلا طبقہ
بھی وہی ہے۔ اجارہ کے بھی فضائل گزر چکے ہیں مگر اوقات اجارہ میں اگر کچھ کوتاہی

ہو تو وبال جان ہے۔

حضرت مولانا مظہر صاحبؒ نالوتوی کے متعلق مشہور ہے کہ اگر اوقات مدرسہ میں کوئی شخص ذاتی کام کے لئے آجاتا تو حضرت چپکے سے گھنٹہ دیکھ لیتے اور اس کے جانے کے بعد دوبارہ گھنٹہ دیکھ کر جتنے منٹ اس میں خرچ ہوتے نوٹ کر لیتے اور آخر ماہ میں سب جمع کر کے تنخواہ میں سے وضع کر دیتے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نالوتویؒ کا معمول ان کی سوانح نگارین لکھا ہے کہ منشی ممتاز علی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا اور مولوی صاحب (مولانا نالوتویؒ) کو پرانی دوستی کے سبب بلا لیا، وہی تصحیح کی خدمت تھی۔ یہ کام برائے نام تھا مقصود ان کا مولوی صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود منشی ممتاز علی صاحب مالک مطبع کی جانب سے کسی قسم کا کوئی قدرغن آپ کے کام کے متعلق نہیں تھا بلکہ حضرت والا کے قیام ہی کو کافی معاوضہ وہ خیال کرتے تھے۔ یہ منشی صاحب کی شرافت اور علمی قدر دانی تھی لیکن آپ دیکھ رہے ہیں خود حضرت والا کے اندر اپنی ذمہ داری کا احساس کتنا زندہ اور کتنا بیدار تھا کہ سائے کاموں پر خود فرماتے ہیں کہ مطبع کا کام مقدم ہے۔ اور گو کتابوں میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن بتواتر دیوبندی حلقہ کے علما میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت نالوتویؒ مطبع میں تصحیح کا کام جب کیا کرتے تھے تو کام کا جو وقت تھا اگر ٹھیک اس وقت تک کسی وجہ سے پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی خواہ منٹ دو منٹ کی تاخیر ہی کیوں نہ ہو تو اس کو فوراً نوٹ کر لیتے۔ درمیان میں یا آخر میں اسی قسم کا عذر پیش آجاتا تو بھی یہی کہتے اور مہینہ جب ختم ہوتا تو مہینہ بھر کے ان منٹوں کی میزان دی جاتی اور تنخواہ کو گھنٹوں کے حساب پر بٹھا کر اتنی تنخواہ یا معاوضہ کے کٹولنے پر اصرار فرمایا جانا آخر جب خود فرماتے ہیں ”ازہمہ مقدم کار مطبع است“ تو آپ کے طرز عمل سے کیوں تعجب کیا جائے۔

میرے حضرت مرشدی سہارنپوریؒ کا قصہ مشہور ہے اور میرے کئی رسالوں

میں مفصل آچکے ہیں اور اس رسالہ میں بھی ص ۵۲ میں گزر چکا ہے کہ ۱۳۲۲ھ میں جب سفر حجاز کے یکساں قیام کے بعد واپسی ہوئی اور بہت ہی میرے والد صاحب کے انتقال کا تاثر پہنچا تو مدرسہ میں تنخواہ لینے سے انکار فرما دیا اور یہ فرمایا کہ میں اپنے ضعف اور پیری کی وجہ سے کئی سال سے مدرسہ کلام پورا نہیں کر سکتا لیکن اب تک مولانا یحییٰ صاحب میری نیابت میں دورہ کے اسباق پڑھاتے تھے اور تنخواہ نہیں لیتے تھے وہ میرا ہی کام سمجھ کر کرتے تھے اور میں اور وہ دونوں مل کر ایک مدرسے سے زیادہ کام کرتے تھے اور اب چونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور میں مدرسہ کا پورا کام بخوبی نہیں کر سکتا اس لئے قبول تنخواہ سے محذور ہوں۔ اس پر حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم صاحب رائیپوری سے بڑی طویل تحریرات ہوئیں بالآخر تدبیریں کی تنخواہ موقوف ہو کر نظامت کی تنخواہ تجویز ہوئی۔

الجمیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں لکھا ہے کہ حضرت مدنیؒ جتنے دن پڑھاتے تھے اس کے علاوہ ایک دن کی تنخواہ لینا بھی گوارا نہ تھا، بارہا ایسا ہوا کہ سفر مدرسہ کے سلسلہ میں کیا مگر تنخواہ صرف ایام تعلیم ہی کی۔ آخری بیماری میں ایک ماہ کی رخصت بیماری کا قانونی حق تھا لیکن رخصت جمیں لی۔ اور اس ایک ماہ کی تنخواہ دارالعلوم کی طرف سے بھیجی گئی تو یہ فرما کر واپس کر دی کہ میں نے پڑھایا ہی نہیں تو تنخواہ کیسے آپ کی وفات کے بعد اس رقم کو لیکر مہتمم صاحب آپ کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ کی اہلیہ سے عرض کیا کہ شرعیاً یہ سہ لینا حلال ہے۔ حق ہے۔ حضرت نے تو نہر و تقویٰ کی سہ سے نہیں لیا تھا آپ فرمائیں تو آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ انہوں نے شکر یہ کہ مگر رقم واپس کر دی اور فرمایا کہ جس چیز کو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا میں کیسے پسند کر سکتی ہوں۔ حضرت نے جب ۱۳۳۷ھ میں دارالعلوم کی صدارت منظور فرمائی تھی اس وقت پیش شرطیں پیش کی تھیں جو دارالعلوم کی شوریٰ نے منظور کی تھیں۔ ان میں شرط ۱۱ یہ تھی کہ مجوزات میری خدمات تعلیمیہ کے ہوں ان کی پابندی میں جو کچھ تقصیر ہو اس پر حساب کر کے تنخواہ کاٹی جائے، مکتوبات مرتبہ جناب

افضل الہی دیوبندی میں لکھا ہے کہ حضرتؒ نے ۳۰ رذی الحجہ ۱۳۱۲ھ میں بنام جناب ہتھم صاحب ایک درخواست پیش کی جس پر یہ تحریر فرمایا کہ ”اے انجنا میری تنخواہ میں سے تمام ایام غیبوت کی تنخواہ حسب قاعدہ وضع فرمالیا کریں بلکہ وہ ایام بھی موضوع میں شمار کر لیا کریں جن کو میری شروط میں باعتبار کرنا قرار دیا گیا ہے“

زراعت کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد مشکوٰۃ ص ۲۵۴ میں نقل کیا ہے۔

عن سعید بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من اخذ شبرا من الارض ظلما فانه يطوقه يوم القيامة من سبع ارضين۔
حضرت سعید بن زید سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ایک ہاشت زمیں بھی ظلم سے لے لے تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا یہ ٹکڑا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

ان سب کے بعد نہایت ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ کسب کے اور ہر عمل میں شریعت مطہرہ کی رعایت ضروری ہے جس کو اجار العلوم ص ۶۴ میں مستقل باب کے تحت بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”بیع اور شرا کے ذریعہ مال حاصل کرنے کے مسائل کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے جو اس مشغلہ میں لگا ہوا ہو۔ کیونکہ علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے ان تمام مشاغل کا علم طلب کرنا مراد ہے۔ مشغلہ رکھنے والوں کو جو مسائل کی حاجت ہو اور کسب کرنے والا کسب کے مسائل جاننے کا محتاج ہے اور جب اس سلسلہ کے احکام جان لیے گا تو معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں سے واقف ہو جائے گا لہذا اس سے بچے گا اور ایسے شاذ و نادر مسائل جو باعث اشکال ہوں گے ان کے ہوتے ہوئے معاملہ کرنے میں سوال کر کے علم حاصل کرنے تک توقف کرے گا کیونکہ

جب کوئی شخص معاملات کو فاسد کرنے والے امور کو اجمالی طور پر نہ جانے تو اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں کس کے بارے میں توقف کروں اور سوال کر کے اس کو جانوں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں پیشگی علم حاصل نہیں کرتا۔ اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آجائے۔ جب کوئی واقعہ پیش آئے گا تو معلوم کر لوں گا۔ تو یہ اس شخص کو جواب دیا جائے گا کہ جب تک تو اجمالی طور پر معاملات کو فاسد کرنے والی چیزوں کو نہ جانے گا تبھی کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے فلاں موقع پر معلوم کرنا چاہیے۔ جسے اجمالی علم بھی نہ ہو وہ برابر تصرفات کرتا رہے گا اور ان کو صحیح سمجھتا رہے گا۔ لہذا علم تحدید سے اولاً اس قدر نا ضروری ہے کہ جس سے جائز و ناجائز میں تمیز ہو اور پتہ چل سکے کہ کون سا معاملہ وضاحت کے ساتھ جائز ہے اور صحیح ہے اور کس میں مشکل اور الترتیب الاداریہ صلاً میں بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ۔

”شروع زمانہ اسلام میں اس وقت تک لوگ بیع و شراہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس کے احکام اور آداب کو نہ سیکھ لیتے تھے اور یہ کہ خرید و فروخت میں سودے کیسے ہیں گے، چنانچہ اس باب کے تحت آگے تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعی نے ”الرسالہ“ میں اور امام غزالی نے ”احیاء العلوم“ میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی مکلف کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی معاملہ پر اقدام کرے یہاں تک کہ یہ نہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس میں کیا ہے اور امام قرخی مالکی نے ”کتاب الفروق“ میں فرمایا ہے کہ جو خرید و فروخت کا کام کرے اس کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ یہ سیکھے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کیا چیز مشروع فرمائی ہے اور جو اجارہ داری کرے اس کے ذمہ یہ واجب ہے کہ اجارہ کے احکام کو جانے اور جو قرض کے لین دین کا معاملہ کرے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو

دیکھئے اور جو نماز پڑھے اس کے ذمہ اس نماز کے احکام جاننے ضروری ہیں۔ اور اس قاعدہ پر قرآن کی وہ آیت دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا ہے۔ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْأَلَكَ مَا لَیْسَ لِّیْ بِہٖ عِلْمٌ۔ یعنی جس سوال کے جواب کا علم نہیں اس سے پناہ چاہتا ہوں۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس بات پر عتاب کیا گیا کہ وہ اپنے لڑکے کے بارے میں سوال کر بیٹھے کہ (لوگ!) کے وقت) اس کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں لے لیں (تاکہ وہ غرقابی سے بچا رہے) اور یہ بات پہلے نہ معلوم کر سکے کہ یہ طلب ٹھیک بھی ہے یا نہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ عتاب اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ جواب دونوں اس بات پر دال ہیں کہ کسی کام کے شروع کرنے سے پہلے اس کے متعلق جواز و عدم جواز اور متعلقہ احکام کا جاننا ضروری ہے۔ دوسری آیت میں ہے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَّکَ بِہٖ عِلْمٌ۔ (جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل نہ آدیت کیا کرو (میان القرآن)) اس آیت میں اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کو غیر معلوم کا اتباع سے منع فرمایا ہے۔ لہذا کسی کام کو شروع کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کام کا علم نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (ہر مسلمان پر علم سیکھنا ضروری ہے)۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ طلب علم دو طرح پر ہے۔ ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ۔ فرض عین تو ہر وہ علم ہے جس سے واسطہ پڑے اور اس کے علاوہ کا علم فرض کفایہ ہے۔

اور کتاب «الروحۃ المشتبکہ»، میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ عجبی (جہلہ) لوگ ہماروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک خرید و فروخت کے احکام کو نہ جان لیں، اور اس کی اصلیت

بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فعل سے ملتی ہے۔ کیونکہ آپ بھی ہر اس شخص کو جو کوئی کام کرنا چاہتا تھا اس کے احکام اور ضروریات سکھایا کرتے تھے۔

اور مجاہدیؒ نے شرح مختصر ابن ابی جبرہ میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء کا قول ہے کہ جو بیع و شرار کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کے لئے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا اور بازار میں بیٹھنا جائز نہیں اور یہ کہ جو یہ کرنا چاہے اس پر بہت منروری ہے کہ پہلے اس کے احکام کو سیکھے اور اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے، اور یہی امام مالکؒ نے کتاب القراض میں فرمایا ہے۔ اور مدونہ، میں فرمایا ہے کہ میرے نزدیک لین دین کا معاملہ کرنا اس شخص کے لئے درست نہیں جو (اپنی جہالت کی وجہ سے) حرام کو حلال کرے یا حلال حرام میں تمیز ہی نہ کرتا ہو، چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو انہوں نے یہ کہہ کر بازار بھیجا کہ جو خرید و فروخت کے احکام کو نہ جانتا ہو اس کو بازار سے نکال دے اور ”مدغل ابن الحاج“ میں ہے کہ کبھی کبھی حضرت عمرؓ اس کو کوڑے بھی لگایا کرتے تھے جو احکام جانے بغیر خرید و فروخت کرنے بیٹھ جاتا اور فرماتے ہمارے بازاروں، میں وہ شخص نہ بیٹھا کرے جو سود کو نہ جانتا ہو، امام مالکؒ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکلوا دینے کا حکم فرمایا تھا جو احکام کو نہ جانتا ہو تاکہ (اپنی مسائل سے جہالت کی وجہ سے) لوگوں کو سود نہ کھلا دے، اور میں نے سیدی ابو محمد سے سنا کہ ان کے زمانہ میں محتسب (داروغہ) بازار میں جاتا اور (ہر ہر) دوکان پر پھرتا اور دوکاندار سے اس کے متعلق مسائل پوچھتا کہ کس طرح کرنے سے سود ہو جائے گا۔ اور کیسے سودی کام سے بچے گا۔ اگر وہ صحیح صحیح جواب دے دیتا تو اس کو چھوڑ دیتا اور حجاب احکام میں سے کسی سے بھی لاعلمی کا اظہار کرتا اس کو نکال دیتا اور کہتا کہ تمہارے لئے مسلمانوں کے بازار

میں بیٹھنا جائز نہیں تم لوگوں کو سود اور ناجائز چیزیں کھلاتے ہو؟ اور ابو طالب مکی کی ”قوت القلوب“ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں گھوما کرتے اور بعض تجار کو احکام نہ جاننے کی وجہ سے جیسا کہ پہلے گذرا، کوڑے بھی لگاتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار میں صرف احکام بیع جاننے والے ہی خرید و فروخت کریں ورنہ خواہ مخواہ سود کھا ہی لیں گے۔

اور ”کنز العمال“ میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ہمارے بازاروں میں۔ صرف وہی آدمی خرید و فروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

اور تنبیہ المغتربین ”میں لکھا ہے حضرت امام مالکؒ احکام کو فرماتے تو وہ تاجروں اور بازاری لوگوں کو حضرت امام کے سامنے پیش کرتے۔ امام صاحب ان سے سوالات کرتے۔ اگر کوئی ایسا شخص ان میں سے پاتے جو احکام معاملات کی سوچ بوجھ نہ رکھتا ہو۔ اور حلال و حرام میں تمیز نہ کرنے والا ہو تو اس کو بازار سے نکلوا دیتے اور اس کو فرماتے کہ (پہلے خرید و فروخت سے متعلق مسائل کو سیکھو پھر بازار میں بیٹھو۔ کیونکہ اگر مسائل سے ناواقف ہو گا تو سود کھائے گا۔

علامہ زرقانیؒ نے شرح مختصر میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ تاجرؓ کی شہادت کسی معاملہ میں اس وقت تک مقبول و جائز نہیں جب تک وہ اپنے متعلقہ خرید و فروخت کے مسائل کو نہ سیکھ لیں۔

اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ بیع و شرا کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے۔ اور کیا نہیں۔

اور فتاویٰ بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی کو تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک بیوع سے متعلق مسائل کو زبانی یاد نہ کر لے

اور پہلے زمانہ میں تجارب سفر کرتے تھے (اور خود مسائل سے ناواقف ہوتے تھے) تو اپنے ساتھ کسی فقیہ کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ اس سے مسائل پوچھتے رہیں۔ الخ

حضرت امام محمدؒ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تقویٰ کے بارے میں ایک کتاب لکھ دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بیوع کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھ دی ہے ان مسائل کا خیال کر کے جب کوئی شخص خرید و فروخت کرے گا اور ناجائز سے بچے گا تو منتفی ہوگا۔ اس کا کسب حلال ہوگا۔ اور عمل اچھا ہوگا۔ (بلوغ الامان ص ۷)

حضرت تھانویؒ نے ان معاملات میں ایک رسالہ ”صفائی معاملات“ کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں تجارت کی بہت جزئیات الگ الگ لکھی ہیں اس کو مطالعہ میں رکھنا بہت مفید ہے اس کے اخیر میں لکھا ہے۔

”تصحیح معاملات کا اہم اجزائے دین سے ہونا اور اس میں کم تو جہی کا گلہ رسالہ ہذا کے خطبہ میں عرض کیا گیا ہے۔ اخیر میں اس تصحیح معاملات کے اعظم ثمرہ کہ اکل حلال ہے۔ بتلانا اور غذائے حلال کے برکات اور غذائے حرام کے ظلمات کو جتنا مناسب معلوم ہوا۔ اس لئے پانچ احادیث نبویہ کا خلاصہ ترجمہ اور سات شعر ”ہثنوی معنوی“ اور پندرہ شعر ”نان و حلویہ“ کے جو اس مضمون کی شہادت دیتے ہیں حوالہ قلم ہوتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبرت و توجہ ہو اور غفلت مبدل بہ تنبیہ۔ مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی اور سنن دیلمی میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے جو ارشادات روایت کئے گئے ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ کسب حلال بھی نماز، روزہ، فرائض کے بعد فرض ہے اور کسب حلال سے آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے۔ اور ایک لقمہ حرام بھی جو منہ تک جاتا ہے اس کے وبال سے چالیس روز تک دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر درس درہم کی

پوشاک میں ایک دم یعنی چار آنے کی بھی مقدار حرام مال ہو تو جب تک وہ بلا بدن پر رہتا ہے نماز مقبول نہیں ہوتی۔ اور حرام مال سے نہ صدقہ خیرات قبول ہو نہ اس سے خرچ کرنے میں برکت ہو اور جو مرے پیچھے چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لیجانے کے لئے رہبر ہو جاتا ہے۔ اور جو بدن حرام مال سے پہلا ہو وہ جنت میں نہ جائے گا۔ بلکہ وہ دوزخ ہی کے لائق ہے۔ حضرت تھانویؒ نے ”نان و حلوہ“ کے اشعار لکھ کر ان کا خلاصہ یہ لکھا ہے۔

”اشعار میں حلال غذا کے جو خواص مذکور ہیں یہ ہیں۔ نور، کمال، حکمت، عشق، خیالات نیک، ہمت، حضوری قلب۔

اور حرام غذا کے یہ آثار ہیں۔ دوری از دین، سلب نور عرفان، غلبہ نفس، کم ہمتی و رطاعت، برادری دین۔

اور اشعار میں جو علاج اس حرام کی ہوس سے بچنے کا بتلایا ہے۔ وہ فقا ہے اور اپنی خوراک و پوشاک اور اخراجات میں سادگی و اختصار کرنا ہے اور کلفات و آرائش و نمائش کو ترک کرنا۔ پس لازم ہے کہ وعیدات و آثار مذکورہ پر نظر کر کے جلدی بطریق مذکورہ علاج کریں۔“

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”جواہر الفقہ“ کے مجموعہ میں ایک رسالہ ”ناجائز معاملات پر ایک تصنیفی خاکہ“ کی تہدید لکھی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے تو یہ واضح ہو گیا کہ اسلامی قانون پر تنگی اور سختی کا الزام سراسر بہتان اور غلط ہے۔ جو کچھ تنگی و دشواری ہے وہ محض عام مسلمانوں کی آزادی سے ہے کہ ان کے نزدیک حلال و حرام میں کوئی فرق نہیں۔ ایک معاملہ جو ذرا سے تغیر کے ساتھ حلال ہو سکتا تھا اس کو اپنی بے فکری سے حرام طریق پر کیا جاتا ہے۔ لیکن بیانشال ابھی تک باقی رہ جاتا ہے کہ تنگی خواہ مسلمانوں کی بے فکری سے ہو مگر حلال

روزہ حاصل کرنے والے کے لئے دشواریاں تو بہر حال پیدا ہو گئیں وہ ایسی صورت میں کیا کرے۔ سو جواب اس کا اول تو یہ ہے کہ انسان دنیا کی چند روزہ راحت یا بعض انسانوں کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں قسم کی مشقتیں اور مصائب جھیلتا ہے اگر آخرت کی دائمی حیات اور غیر فانی نعمتوں کے لئے اپنے مالک کو راضی کرنے کے لئے بھی اگر کچھ مشقت اٹھائے تو کوئی بڑی بات نہیں بالخصوص جبکہ مشقت اٹھا کر حلال روزہ حاصل کرنے کی صورت میں اس کا اجر و ثواب بھی بہت بڑھ جائے گا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کا وعدہ ہے دوسرے حق تعالیٰ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ جو شخص اس کی رضا جوئی کی فکر میں لگتا ہے وہ اس کے لئے مشکلات میں بھی آسانیاں پیدا فرمادیتے ہیں قال اللہ تعالیٰ۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ یعنی جو لوگ ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے۔ اور اس کا مشاہدہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر معاملات باطلہ اور فاسدہ پیش آتے ہیں یا جو مجبوریاں ملازمتوں میں پیش آتی ہیں ان کو لکھ کر علماء سے سوال کیا جائے کہ ان میں گناہ اور حرام سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر بتلائی جائے تو یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ سارے معاملات فاسدہ میں جواز کی صورتیں نکل آویں گی لیکن بامید قوی یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر معاملات فاسدہ میں بہت معمولی اور آسان تغیر کر دینے سے جواز و حلت کی صورتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اور جو کام وہ حرام کرتے ہیں حلال کر کے کر سکیں گے۔ لیکن کسی کو حلال کی فکر نہ ہو تو اس کا کیا علاج؟“ (جواہر الفتحہ ص ۳۳)

میں اپنی کتاب ”اکابر علمائے دیوبند“ میں لکھوا چکا ہوں کہ میری عمر جب بارہ برس کی تھی اور اپنے والد صاحب کے ساتھ گنگوہ سے سہارنپور منتقل ہوا تو میرے والد صاحب کا معمول یہ تھا کہ اوقات مدرسہ میں مدرسہ

میں رہتے اور اس کے علاوہ خالی اوقات میں سونے اور کھانے کے اوقات گھر گزارتے اور ان دنوں و قوتوں کے علاوہ جو وقت بچتا مدرسہ کے قریب موجیوں کی مسجد میں گزارتے ایک مرتبہ میرے والد صاحب عصر کے بعد موجیوں کی مسجد میں کنویں کے قریب تشریف فرما تھے اور دو تین ولایتی، طالب علم کنویں پر کھڑے ہوتے دام کنویں سے ڈول کھینچ کر والد صاحب پر ڈال رہے تھے۔ ایک ختم نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا تھا۔ مولوی امداد کے والد حافظ مقبول مرحوم بھی میرے والد صاحب کے معتقدین میں تھے اور وہ بھی اکثر عصر کے بعد وہاں چلے جایا کرتے تھے۔ وہ کہنے لگے حضرت جی! یہ اسراف نہیں؟ میرے والد صاحب نے فرمایا تمہارے لئے اسراف میرے لئے نہیں، انہوں نے کہا یہ کیا بات؟ والد صاحب نے فرمایا تو جاہل اور میں مولوی! حافظ جی نے کہا یہ تو وہی بات ہو گئی جو لوگ کہیں کہ یہ مولوی اپنے واسطے ہر چیز کو جائز کر لیں، میرے والد صاحب نے کہا کہ مولوی تو اس فقرہ پر خواہ مخواہ شرمندہ ہوں۔ وہی کام تم اگر کر دو تو ناواقفیت کی وجہ سے گناہ ہو گا۔ اور مولوی اسی کام کو جائز کر کے کرے گا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو میرے ابا جان نے فرمایا کہ عربی پڑھو۔

میرے والد صاحب کا عام مقولہ تھا کہ یہ مشغول لوگ بالخصوص، وکلاء یا انگریزی اسکولوں کے ماسٹر مجھے بہتر گھنٹے دیدیں تو میں انہیں مولوی بنادوں اور یہ تفریحی فقرہ نہیں تھا بلکہ ان کے نصاب کے پڑھے، ہوئے کئی وکلاء اس زمانہ کے اس سے بھی کم وقت میں اچھے خاصے مولوی ہو گئے۔ وہ ۲۷ گھنٹے مسلسل نہیں مانگتے تھے بلکہ ہر اتوار کو دو گھنٹے مانگتے تھے اور ان دو گھنٹوں میں اتنا کام ان کے سپرد کر دیتے تھے کہ اگلے اتوار تک اس کو یاد کر کے اور مشق کر کے لاؤ۔ اس زمانہ کے مشہور وکیل مولوی شہاب الدین اور مولوی منفعت علی صاحب جو بعد میں ملک

سہارنپور کے صدر ہوئے اور حضرت حقانوی کے مجاز صحبت بھی ہو گئے تھے اسی طرح کے پڑھے ہوئے تھے۔

اور مولوی شبیر علی صاحب کا جو خط میں نے اکمال الشیم کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اس میں بھی اس طرز تعلیم کا ذکر کیا ہے۔ حافظ مقبول جتنا اصرار کرتے رہے اور میرے والد صاحب اس پر اصرار کرتے رہے کہ عربی پڑھو مولوی ہو جاؤ گے۔ اس وقت تو یہ اسراف والا واقعہ میری بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر جب مشکوٰۃ شریف پڑھی اور باب الربا میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پڑھی جس میں ذکر کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بنی کجور لائے جو بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس گھٹیا کھجوریں، تمہیں اس میں سے دو صاع (ایک پیمانہ) کے بدلہ میں یہ ایک صاع بڑھیا خرید لی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بائے بائے یہ تو عین سود ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایسا کبھی نہ کیجیو۔ اگر ایسا کرنا چاہا ہو تو ردی کھجوروں کو فروخت کر دو اور ان داموں سے عمدہ کھجوریں خرید لو، اس وقت مجھے مچھوٹیوں کی مسجد کے ڈول یاد آ گئے کہ مولوی اور جاہل میں یہ فرق ہے کہ دو صاع ردی تتر کے بدلے میں ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدنی یقیناً عین ربا ہے لیکن جو ترکیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بتلائی کہ ان ردی کھجوروں کو مثلاً ایک روپیہ میں بیچ دو اور اسی ایک روپیہ سے عمدہ کھجوریں ان سے آدھی خرید لو۔ بات تو ایک ہی رہی کہ جاہل آدمی اگر دو صاع گھٹیا کھجور کے بدلے میں ایک صاع عمدہ خرید لے گا تو عین ربا ہو گا اور مولوی گھٹیا دو صاع کھجوروں کو ایک روپیہ میں بیچ کر اس ایک روپیہ کی عمدہ کھجوریں ایک صاع خرید لے تو یہ ربا نہیں رہا۔ دیکھنے میں تو بات ایک ہی رہی کہ دو صاع گھٹیا کھجوروں

کے بدلہ میں ایک صاع عمدہ مل گئی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 والہ وسلم نے جو ترکیب بتلا دی اس سے ذرا سے تغیر سے رہوا ہونے سے نکل گئی
 ہمارے مدرسہ کے مہتمم اؤل حضرت مولانا عنایت الہی صاحب نور اللہ
 تعالیٰ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ مدرسہ کے چندہ میں جو زیورات آتے ان کو کسی
 دوسرے کے ہاتھ نہیں فروخت کراتے تھے بلکہ خود بہ نفس نفیس گھر کتے
 جلتے وقت فروخت کیا کرتے تھے۔ اور ہیرا نام ایک بہت بڑا صراف تھا اسی
 سے معاملہ ہمیشہ کیا کرتے تھے اور وہ بھی مہتمم صاحب کا اتنا معتقد ہو گیا تھا
 کہ بہت رعایت مہتمم صاحب کی کیا کرتا تھا۔ جب طلانی زیور فروخت کرتے تو اؤل
 اس صراف سے چاندی کے روپے قرض لیا کرتے اور اس سے خرید و فروخت کر کے
 پھر اس کے روپے واپس کر کے چلے آتے وہ بہت غور سے دیکھا کرتا کہ یہ کیا ہو
 رہا ہے۔ اور جب چاندی کے زیور کی خرید و فروخت ہوتی تو اس سے پہلے شرفیلا
 قرض لیتے اور اس سے معاملہ کرنے کے بعد پھر واپس کر دیتے۔ وہ پوچھتا مولانا
 صاحب! اس ہیر پھر میں کیا فائدہ ہوا بات تو ایک ہی رہی تو مہتمم صاحب
 اس کو سمجھایا کرتے کہ ہمارے مذہب میں چاندی سونے کی فروخت میں
 خاص طریقہ ہے اور اسے سمجھاتے وہ صراف بھی بیع صرفہ کے مسئلہ میں اتنا ماہر
 ہو گیا تھا کہ عام لوگوں کو تو پہلے ہی مسئلہ بتا دیا کرتا تھا مگر جب مولوی قسم
 کا کوئی آدمی اس کے یہاں پہنچتا اول تو وہ صراف عام طریقہ سے بیچ دیتا اور
 جب وہ مولانا صاحب اٹھتے تو وہ صراف کہتا مولانا صاحب ذرا تشریف
 رکھیے یہ جس طرح خریدا ہے یہ آپ کے مذہب میں ناجائز ہے۔ اکثر مولوی تو
 یہ لفظ سن کر چلکراتے اور بعض جو شیلے اس سے کہتے کہ ہمارے مذہب سے
 ہم واقف ہیں یا تو، بہت بوڑھا تھا وہ کہتا مولانا صاحب پہلے تشریف
 رکھیے خفا نہ ہوئے میری بات سنئے پھر اسے سمجھانا کہ آپ کے مذہب میں
 اس طرح جائز ہے تو وہ بھی سوچ میں پڑ جلتے اور شرمنا جلتے اس لئے کہ اصل

مسئلہ میں وہ مولانا صاحب جاہل ہوتے تھے اور وہ مشرک مسئلہ کا، واقف ہوتا تھا۔

منتہی کے اعتبار سے بات تو ایک ہی رہتی لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھجوروں کی طرح سے ذرا سے تغیر سے وہ ناجائز معاملہ، جائز بن جاتا۔ الخ

اس کی مثالیں مطولات میں بہت کثرت سے لکھی گئی ہیں ان سب کا لکھنا تو بہت طول ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تجارت ہو یا زراعت یا اجارہ۔ ہر چیز میں حلال و حرام کی تفتیش بہت ضروری ہے عوام کے دیکھنے کی چیز تو نہیں مگر اہل علم اور عربی داں لوگوں کے لئے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ کتاب الکبائر علامہ ذہبی کی الزواجر عن اقتراف الکبائر ابن حجر مکی کی۔ اور احیاء العلوم غزالی کی کتاب الحلال والحرام والا حصہ۔

علامہ ذہبی نے کتاب الکبائر میں لکھا ہے کہ۔

”اٹھا یتسواں کبیرہ گناہ حرام کا کھانا اور استعمال کرنا کسی بھی طریقہ سے ہو“

امام ذہبی نے اول آیت شریفہ۔ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ تَعْلٰی کی ہے اور اس کا مطلب لکھا ہے کہ کوئی کسی کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کھائے۔ پھر لکھا ہے کہ باطل طریقہ سے کھانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم کے طریقہ پر ہو مثلاً غصب، خیانت اور چوری کے ذریعہ حاصل کرے دوسرے یہ کہ مذاق کے طور پر لے لے جیسے جوئے میں اور دوسرے کھیل کے مواقع پر لے لیتے ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے مال میں ناحق طریقہ پر گھسے چلے جاتے ہیں سو ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہو اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

نے ایسے شخص کا ذکر فرمایا جس کا سفر لمبا ہو۔ بال بکھرے ہوئے ہوں جسم غبار آلود ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہہ کر دعائیں کر رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے پینا حرام ہے۔ اور لباس حرام ہے اور حرام ہی سے پلا ہو سو ان حالات میں اس کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ آپ نے فرمایا اے انس اپنی کمائی حلال رکھو تمہاری دعا قبول ہوگی کیونکہ جو کوئی شخص حرام کا کوئی فقرہ منہ میں لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاقی تقسیم کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ ارزاق بانٹ دیئے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ دنیا اس کو دیتا ہے۔ جس سے محبت فرماتا ہے اور اس کو بھی جس سے محبت نہیں فرماتا مگر دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے محبت فرماتا ہے سو جو کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا اس کو اللہ تعالیٰ نے محبوب بنالیا اور جو کوئی بندہ مال حرام کمائے گا پھر اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی۔ اور اس میں سے صدقہ کرے گا۔ تو قبول نہ ہوگا۔ اور اپنے پیچھے چھو کر جائے گا تو یہ مال دوزخ میں لے جانے کے لئے اس کا توشہ ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔ جس نے اس میں سے حلال طریقہ پر مال کمایا اور اسے حق کے دستوں، میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ثواب دے گا۔ اور جنت عطا فرمائے گا اور

جس نے اس دنیا میں حلال کے سوا دوسرے طریقہ پر مال کمایا اور اسے ناحق طریقوں میں خرچ کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر یعنی دوزخ میں داخل کرے گا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خواہش نفس کے مطابق حرام مال میں گھس جاتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے۔ اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ جو شخص یہ پرواہ نہیں کرتا کہ مال کہاں سے کمایا اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے دوزخ کے کس دروازے سے داخل کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے منہ میں مٹی بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں حرام مال حضرت یوسف بن اسباطؓ کا ارشاد ہے کہ کوئی جوان آدمی جب عبادت گزار بن جاتا ہے۔ تو شیطان اپنے مددگاروں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی خوراک کہاں سے ہے۔ سو اگر اس کا کھانا پینا ناجائز طریقہ سے ہو تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ چھوڑو اسے اپنے نفس کو عبادت میں تھکا رہا ہے۔ اور بیکار محنت کرتا رہے۔ تمہیں اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں اس کی یہ عبادت حرام کا استعمال کرتے ہوئے نفع نہ دے گی۔ اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گزری کہ کھانا پینا لباس حرام ہو تو دو عاقبول نہیں ہوتی۔

اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ ایک فرشتہ بیت المقدس پر روزانہ سات کو اور دن کو یہ آواز لگاتا ہے کہ جس شخص نے حرام کھایا اللہ تعالیٰ اس کا فرض، نفل، کچھ قبول نہیں فرمائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؓ کا ارشاد ہے کہ شبہ کی وجہ سے میں ایک درہم واپس کر دوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک لاکھ اور ایک سو درہم صدقہ کروں۔

اور حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص حرام مال سے حج کرے اور جب وہ لبیک کہے تو اسے جواب میں فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا لبیک معتبر ہے نہ سعدیک، تیرا حج تیرے ہی اوپر لوٹا دیا گیا۔ اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی دس درہم کا کپڑا خریدے اور ایک درہم بھی اس میں حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہے اس کی کوئی نماز مقبول نہیں۔

اور وہب بن وردؒ نے فرمایا کہ اگر تم ستون کی طرح سے کھڑے رہو (یعنی نماز میں) تو یہ تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا جب تک تم یہ نہ تحقیق کر لو کہ تمہارے پیٹ میں کیا جا رہا ہے۔ حلال یا حرام۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام کھانا داخل ہو گیا ہو جب تک وہ اس سے توبہ نہ کرے۔

اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جو شخص حرام مال نیک کام میں خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا ناپاک کپڑا پیشاب سے پاک کرے۔ حالانکہ ناپاک کپڑے کو صرف پانی ہی پاک کر سکتا ہے۔ اسی طرح گناہ کو بھی حلال ہی مٹا سکتا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے اس خوف سے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں نہ پڑ جائیں۔ اور کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جسم جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو۔

علمائے نے کہا ہے کہ اس باب میں (حرام کھانے میں) ٹیکس لینے والا

خیانت کرنے والا، چور، ڈاکو، سود لینے والا، دینے والا، یتیم کا مال کھانے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، اور کسی کی چیز مانگنے پر لیکر انکار کر دینے والا، رشوت لینے والا، ناپ تول میں کمی کرنے والا، اور عیب دار چیز کے عیب کو چھپا کر بیچنے والا، جو اکیلے والا، جادوگر، نجومی، تصویر بنانے والا، زانیہ عورت، اجرت پر رونے والی عورت، اور وہ دلال جو بائع کی اجازت کے بغیر اپنی اجرت لے اور خریدنے والے کو زائد دام بتائے، اور آزاد شخص کو بیچ کر کھانے والا۔ یہ سب بھی حرام کھانے والوں کی فہرست میں داخل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے جن کے ساتھ تہامہ پہاڑ کی طرح سے نیکیاں ہوں گی۔ مگر جب ان کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ہباءِ منشوراً (کالعدم) کر دیں گے۔ پھر ان سب کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہو گا جنو؟ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ نمازیں پڑھتے تھے۔ روزے رکھتے تھے۔ زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا حرام مال سامنے آیا اس کو بے دریغ لے لیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے اعمال کالعدم کر دیئے۔ اور بعض صالحین سے مروی ہے کہ جب موت کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ انہوں نے کہا اچھا ہی معاملہ ہوا لیکن اتنی بات ہے کہ ایک سوئی کی وجہ سے جنت کے داخلہ سے روکا ہوا ہوں۔ یہ سوئی میں نے عاریۃً لی تھی پھر اسے واپس نہ کی۔ الخ۔

علامہ ذہبیؒ آگے ایک اور باب کے تحت فرماتے ہیں۔

”باسٹھواں کبیرہ گناہ ناپ تول وغیرہ میں کمی کرنا“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ویل للمطففین الآیۃ۔ یعنی ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ناپ تول میں لوگوں کے حقوق مارتے ہیں۔ اور جب اپنا حق لوگوں سے وصول کرتے ہیں تو پورا پورا وصول کرتے ہیں۔ اور جب لوگوں کے حقوق دیتے ہیں تو کمی کر کے دیتے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ”پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں“، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ”پانچ چیزیں پانچ چیزوں کے بدلہ میں“، کا کیا مطلب؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

① جب بھی کسی قوم نے کیا ہوا عہد توڑا اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا۔

② اور جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے فیصلہ کے علاوہ فیصلہ کیا تو ان میں محتاجگی (غریب) عام ہو گئی۔

③ اور جب بھی کسی قوم میں برائیاں (رنا) عام ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون مسلط کر دیتا ہے۔

④ اور جب بھی ناپ تول میں کسی قوم نے کمی کی اللہ تعالیٰ نے خوش حالی ختم کر دی اور قحط سالی میں مبتلا کر دیا۔

⑤ اور جب بھی کسی قوم نے زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کی اللہ تعالیٰ نے بھی بارش روک دی۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں ایک پڑوسی کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ آگ کے دو پہاڑ ہیں۔ آگ کے دو پہاڑ ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس دو پیٹیا تھے ایک سے ناپ کر لیتا اور دوسرے سے ناپ کر دیتا تھا۔ (اور یہ آپس میں

چھوٹے بڑے تھے مالک بن دینار فرماتے ہیں میں ان دونوں کو لیکر ایک دوسرے پر مارنے لگا۔ تو اس نے کہا کہ تمہارے اس مارنے سے میرا غذا اور زیادہ سخت اور بڑا ہو گیا، پھر وہ اسی مرض میں مر گیا۔ مطفف وہ ہے جو ناپنے اور تولنے میں کمی کرتا ہے۔ اس کو مطفف اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اس طرح سے شے طیف یعنی معمولی سی ہی چیز چرا سکتا ہے۔ یہ کمی کرنا چوری اور خیانت اور حرام کھانے کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دلیل یعنی شدت عذاب کی وعید ارشاد فرمائی۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ اگر اس میں ساری دنیا کے پہاڑ بھی جلائے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں۔ بعض سلف کا ارشاد ہے کہ میں ہر ناپنے والے اور تولنے والے کے بارے میں دوزخ میں جانے کا یقین رکھتا ہوں کیونکہ یہ مشغلہ رکھتے ہوئے کوئی کمی بیشی کرنے سے نہیں بچ سکتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ کرے۔ بعض حضرات نے ذکر فرمایا کہ میں ایک مریض کے پاس گیا وہ مرض الموت میں مبتلا تھا میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا۔ لیکن اس کی زبان اس کلمہ کی ادائیگی پر نہیں چلتی تھی تب مجھے اسے کچھ ہوش آیا تو میں نے کہا کہ اے میرے بھائی کیا بات ہے میں تم کو کلمہ شہادت کی تلقین کرتا ہوں اور تمہاری زبان نہیں چلتی۔ وہ کہنے لگا میری زبان پر ترازو اڑے آجاتی ہے۔ جو مجھے بولنے نہیں دیتی۔ میں نے کہا کیا تو کم تولتا تھا۔ اس نے کہا نہیں۔ ہاں اتنی بات تھی کہ میں تولنے لگتا تھا تو ترازو کو درست کرنے کے لئے توقف نہیں کرتا تھا پس یہ اس شخص کا حال ہے جسے ترازو درست کرنے کا اہتمام نہ تھا پھر اس کا کیا حال ہو گا جو کم تولنے والا ہو۔ حضرت نافعؓ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ سوداگر کے پاس سے گذرتے تھے تو فرماتے تھے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور ناپ تول پوری کرنے کا اہتمام کر کیونکہ ان دونوں میں کمی کرنے والے میدان قیامت میں اس

حال میں کھڑے کئے جائیں گے کہ ان کا پسینہ بچے سے لے کر ان کے کانوں کے آدھے حصہ تک ہو گا اور یہی حال اس تاجر کا ہے جو ناپ کر کپڑا وغیرہ جیتتا ہو جو بیچتے وقت خوب اچھی طرح ہاتھ سخت کر دیتا تاکہ ذرا سا بھی زیادہ نہ جلتے۔ اور اپنے لئے ناپ کر خریدتا تھا تو اس خیال سے ہاتھ ڈھیلا کر دیتا تھا۔ کہ کچھ زیادہ آجائے بعض سلف کا ارشاد ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ایک ناقص دانہ کے بدلہ اتنی بڑی جنت چھوڑ دے جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے اور سخت افسوس ہے اس شخص کے لئے جو ایک دانہ زیادہ لینے پر اپنے لئے ہلاکت خریدتا ہو۔

میرا تو دل چاہتا تھا کہ اس رسالہ کو ذرا تفصیل سے لکھوں مگر مجھ پر آجکل امراض کا حملہ بہت زیادہ ہے اس واسطے ہر مضمون کو شروع کرتے ہوئے یہ خیال رکھ کر یہ پورا ہو گا بھی یا نہیں۔ اس لئے مجبوراً آج یوم دوشنبہ ۵ صفر ۱۴۳۰ھ کو ختم ہی کر دیا۔ اللہ جل شانہ اس مختصر رسالہ کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اکل حلال اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سیدہ کار کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین، وصلى الله
تعالى على خير خلقه سيدنا ونبينا محمد وآله و
اصحابه ومن تبعه الى يوم

الدين، امين

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
دامت برکاتہم مہاجر مدنی،

۵ صفر ۱۴۳۰ھ

مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۰۹ء

مدینہ طیبہ